# پھول کماری

پیارے موہن دتاتریہ

# پھول کماری

# پھول کماری

## بالکل نئے طرز کا ڈراما

از

پنڈت پیارے موہن دتاتریہ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی
مدیر معاون روزنامہ ٹریبیون لاہور

سنہ ۱۹۳۳ء

تقریب

خامہ رائے بہادر کنور سین صاحب ایم۔ اے بیرسٹر ایٹ لا سابق
چیف جسٹس ہائیکورٹ ریاست جموں و کشمیر

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں بابو نظام الدین پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

لا اڈیشن

# انتساب

## بنام نامی

محترمہ شریمتی مسنز برج لال نہرو صاحبہ

جن کے اولوالعزم مساعی علاوہ اور سوشل اور ادبی اداروں کے

"ہری جن" جماعت کے حق میں توصیف وثنا سے مستغنی ہیں ؛

پیارے موہن دتاتریہ

# تقریب

اب سے قریباً اٹھارہ انیس سال پہلے میں نے علامہ کیفی کے ڈراما راج دُلاری پر ایک مقدمہ لکھا تھا جس میں اُردو ڈراما کی اجمالی تواریخ پر سرسری نظر ڈالی تھی۔ مجھے اس وقت سان گمان بھی نہ تھا کہ اِتنے عرصہ بعد حضرت کیفی کے فرزند ارجمند پنڈت پیارے موہن دتاتریہ کی اوّلین اُردو تصنیف بھی از قسم ڈراما ہو گی۔ اور اس پر بھی مجھکو ہی چند حروف بطور تقریب لکھنے کا اتفاق ہو گا۔ نہ کبھی یہ خیال گذرتا تھا کہ پنڈت پیارے موہن جن کا زیادہ تر وقت انگریزی انشا پردازی اور صحافت میں صرف ہوتا ہے ہماری بیچاری اُردو کی طرف نظر التفات ڈالیں گے۔ جو نظراصلاح ثابت ہو گی۔

جو حالت اُردو ڈراما کی آج سے بیس برس پہلے مجھ کو نظر آتی تھی اُس کا ذکر میں نے مقدمہ راج دُلاری میں بدیں الفاظ کیا تھا:-

"ناٹک اور تماشے جو آجکل تھیئٹروں میں دکھائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے بہت سے بلحاظ انشا پردازی کچھ حیثیّت نہیں رکھتے۔ چند مستثنیات کو چھوڑ کر اُن ڈراموں کے خیالات پست ہوتے ہیں۔ عبارت گری گری بلکہ لبا اوقات بازاری یا فحش۔ نظم محض برائے نام جس کو بے تُکّی کہئے تو بجا ہے۔ اور

گانے وہ جن میں انگریزی طرزوں کو دیسی راگوں سے ایسی بری طرح ملایا گیا ہے کہ ناگفتہ بہ ..... غرضکہ فی زمانہ ہندوستانی تھیٹروں میں زباندانی اور انشا پردازی اور مذاق سلیم کا خون ہوتا ہے ...... دقیقہ شناسی یا باریک بینی اٹھ گئی ہے۔ احساس لطیف عنقا صفت ہے۔

اس عرصۂ درمیانی میں اردو ڈرامانے کسی قدر ترقی ضرور کی ہے اور اب اسکی حالت پہلے سے ایک گونہ بہتر ہے۔ ایسے ڈرامے آجکل اردو میں ملنے لگے ہیں جو مذکورہ بالا خامیوں سے مبرا اور پاک ہیں۔ اور اس امر کا اعتراف میں نے اپنے مضمون انگریزی بعنوان "اردو ڈراما" میں کیا ہے جو منروا کلب اور روٹری کلب لاہور میں پڑھا گیا تھا۔ اور شائع بھی ہو چکا ہے نیز کتاب دنیائے ڈراما مصنفہ مولویان نورالہی و محمد عمر سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اگر بیس سال پہلے اردو ڈرامامیں اصلاحی عنصر داخل کرنیکی ضرورت تھی تو اب فلمستان میں اصلاح کی ضرورت ہے حضرت کیفی اور ان کے مداحوں اور مقلدوں کی بدولت اردو ڈراما اور سٹیج پر جو نقد و نظر کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ وہ ابھی پورا بار آور نہ ہونے پایا تھا۔ کہ بائیسکوپ صاحب اسی میدان میں آکودے۔ چلتی جاگتی سٹیج ابھی زندہ ہے اور چل رہی ہے لیکن بے حس و جان متحرک اور متکلم تصاویر نے اس کو فی الحال پس پا اور گوشہ نشین کر دیا ہے:۔

مجھ کو سٹیج اور سینما کا موازنہ منظور نہیں ہے نہ اس کا یہ مناسب موقعہ ہے لیکن اتنا ضرور کہنا پڑتا ہے کہ معدودے چند فلموں کو چھوڑ کر اردو سینما اور ٹاکی نے مقبولیت عام تو حاصل کر لی ہے۔ لیکن فن ڈرامامیں یا علمی اور ادبی

لحاظ سے ہنوز کوئی اعلیٰ مرتبہ حاصل نہیں کیا نہ کوئی نئی بات پیدا کی ہے بلکہ عموماً
یہ ہو رہا ہے کہ پرانے تھیٹروں کے بہترین ناٹک ختم ہو چکے تو اب معمولی دوسرے
درجہ کے کھیل جا در پرآرہے ہیں۔ فلمستان کی بے بضاعتی اور قدامت پرستی کا
ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ سوائے پرانی فرسودہ کہانیوں اور
دقیانوسی دنت کتھاؤں کے اگر کوئی مخزن اردو فلم اور ٹاکی کے لئے ملتا ہے
تو وہی رامائن اور مہا بھارت اور الف لیلہ ہیں جن میں سے تھیٹروں کے ناٹک
وضع کئے جاتے تھے۔ جو عوام الناس کی ضیافت طبع کا سامان بہم پہنچاتے تھے
اُن پرانے قصّے کہانیوں سے اُتر کر انہی طلسمات۔ کرامت اور الہ دین کے
چراغوں سے سینما کا پیٹ بھرا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں وہ عیب عظیم جو پرانے
اردو ڈراموں میں پایا جاتا تھا۔ آجکل کی ٹاکیز میں بھی موجود ہے۔ یعنی بلا لحاظ
محل و موقعہ کے نظمیں۔ گانے اور راگ اٹکل پچو بھر دئے جاتے ہیں۔ سمجھ دار
کانوں میں کھٹکتے ہیں۔ اور ذی شعور اصحاب کو نہایت ناگوار معلوم ہوتے ہیں:۔

ڈراما **پھول کماری** اگرچہ سینما کے لئے نہیں لکھا گیا لیکن فلمستان
کے بامذاق مدیرین اور سنیریو کے مؤلفین اسے اپنا سر مشق بنا سکتے ہیں۔ اس
میں متانت اور سنجیدگی کا عنصر غالب ہے کسی عاشق کی آہ وزاری مجنونانہ ہاؤ ہو
یا کسی معشوق کی ستم ظریفی کا اس میں دخل نہیں ہے بلکہ ادنیٰ طبقہ کی ایک ہونہار
لڑکی کی پُر درد داستان ہے جس نے تعلیم و تربیت کی ڈھال تلوار سے مسلح ہوکر
اونچے طبقہ کے چند سر برآوردہ اصحاب کو اپنا تختہ مشق بنایا اور ہمدردی اور قربانی
کی کسوٹی سے اُن کو آزمایا۔ اس طریقہ سے ان لوگوں کی اصلیت بے نقاب

ہوتی ہے جو آجکل کی سوسائٹی میں معزز سمجھے جاتے ہیں۔
میں یہ نہیں کہتا کہ ڈراما پھول کماری تنقیدی معیار سے مکمل ناٹک یا گلستان بے خس وخار ہے۔ رایوں میں ہمیشہ سے اختلاف ہوتے آئے ہیں۔ اور ہمیشہ رہیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ بجائے خود یہ ناٹک کیسا ہے اور فن کا جہاں تک تعلق ہے اِس سے کہاں تک اصلاحی سبق مِل سکتے ہیں اُسکو اگر ایک معصوم ڈراما کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ نفس پرستی اور ہوسنا کی اسکو چھُو تک نہیں گئی لفاظی کی بھرمار یا تقریروں کی بھرتی اس میں نہیں ملے گی رواں دواں ہے اگر دِل گداز نہیں تو دلچسپ ضرور ہے۔ آپ اس کا پہلا سین پڑھ کر ختم کیئے بغیر ہاتھ سے نہیں رکھ سکیں گے۔ بلّی رنگ اور غیر واقعی باتوں یا یُوں کہیئے کہ خرقِ عادت کراماتوں کا اس میں دخل نہیں گانے اس میں آتے ہیں لیکن اُس طریق پر نہیں۔ جیسے پُرانے ناٹکوں میں لڑتے جھگڑتے بحث کرتے روتے دھوتے۔ بلکہ مرتے وقت بھی گانے لگیں۔ تلوار کی چھاؤں میں دُھرپد الاپنا اور بسترِ مرگ پر تانیں اُڑانا پھُول کماری میں نہیں ملے گا۔ نہ قافیہ کی ٹانگ ٹوٹتی ہے۔ نہ پلاٹ کی خامی محض مکالمہ کی بے محل بلاغت سے پوری کی جاتی ہے اس ناٹک میں علم النفس کا پہلو بھی قابل قدر ہے۔ کن حالات میں اور کن اثرات سے متاثر ہو کر انسان کیا کچھ کرتا ہے۔ اور پھر کیونکر اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اِس کہانی میں مختصراً لیکن نہایت عمدگی سے دکھایا گیا ہے اسی لئے اتفاقات سے خواہ وہ حسن اتفاق ہو یا سوء اتفاق اس ڈراما کا پلاٹ مستغنی ہے کیونکہ اتفاقات کا دخل ایسے ڈراما میں نہیں ہونا چاہیئے۔ جو

علم النفس کا کفیل ہو۔

اس ڈراما کی زبان شستہ اور عبارت سلیس ہے۔ تقریریں مختصر پُرمعنی اور متکلم کے کردار کی آئینہ بردار ہیں۔ روانی کے ساتھ زور اور علم کے ساتھ عمل دست وگریباں ہیں۔ غرضکہ پھول کماری کیا بلحاظ پلاٹ اور کیا بلحاظ زباندانی قابلِ تعریف ڈراما ہے جس سے لائق مصنف کی ادبی ہونہاری عیاں ہوتی ہے۔

میں پنڈت پیارے موہن دتاتریہ کو اس تصنیف پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اور مجھے یہ حق حاصل ہے کہ اِن سے اس خواہش کا اظہار کروں کہ پھول کماری ان کی اوّل اور آخری اردو تصنیف بن کر نہ رہ جائے۔ مجھے امید ہے کہ کالجوں اور سکولوں کے طلباء لڑکے ہوں یا لڑکیاں اور دیگر نو عمر اصحاب جو ڈراما کے دلدادہ ہیں اس ناٹک کو سٹیج پر لاکر مصنف کی حوصلہ افزائی کرینگے ؎

لاہور
۲۸ راگست ۱۹۳۳ء

کنور سین

چاہے آپ اِسے جارج برنارڈ شا کے ناٹکی دیباچوں کی ضد کہیں۔ میں یہاں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ یہ تحریر اُردو میں میری پہلی کوشش ہے۔ شائد کسی قابل ہو۔ اور دوسرے یہ کہ پیش بندی مقابلہ سے ہمیشہ مفید اور مدبرانہ ثابت ہوئی ہے۔ کہا گیا ہے۔

مرد آخر بیں مبارک بندہ است

نسبت روڈ لاہور
۲ر جولائی ۱۹۳۳ء

پیارے موہن

# ناٹک کے اشخاص

سیٹھ کروڑی مل :- ایک امیر ساہوکار۔

شیخ کرامت حسین بیرسٹر }
پروفیسر مکندرام } کروڑی مل کے دوست۔

سردار زور آور سنگھ :- ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس۔

ڈاکٹر نعمت اللہ :- ایک مشہور اور کامیاب طبیب۔

سوامی پربت ناتھ :- ایک سنیاسی سادھو۔

پھول کماری یا پشپا بائی :- دھوبی کی لڑکی جو ایکٹرس ہو گئی۔

چمپا :- پھول کماری کی ماں۔

سیتا :- سیٹھ کروڑی مل کی بیٹی عمر پانچ سال۔

منیم۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ ہسپتال کا ڈاکٹر اور کمپونڈر۔ نعمت اللہ کا کمپونڈر اور نرس۔ پھول کماری کے مالک مکان کا منشی سازشی۔

سب انسپکٹر پولیس۔ ملازم وغیرہ۔

اِس ناٹک میں سارے نام فرضی ہیں :

# پھول کماری

## ایکٹ اوّل

### سین ۔ ا ۔

[سیٹھ کروڑی مل کا سجا ہوا دیوان خانہ۔ محفل رقص و سرود۔ سیٹھ اور اس کے دوست ایک مشہور ایکٹرس کا گانا سُن رہے ہیں]

**گانا**

کیا ہی بگڑے ہیں جو کچھ بات بنائی نہ گئی — حشر میں آنکھ بھی ظالم سے چرائی نہ گئی

تیری الفت کی نہ مر کر بھی گئی دل سے لگن — آگ جو تو نے لگائی تھی۔ بجھائی نہ گئی

آنکھیں گرمائیں بھویں تن گئیں۔ تیور بدلے — بات آدھی ابھی مطلب کی سنائی نہ گئی

شکوہ لب تک اگر آیا تو غضب کیا آیا — بات بھی کیا کوئی پتھر تھی اٹھائی نہ گئی

خاک دامن سے مری جھاڑ کے فرماتے ہیں ۔ مل کے مٹی میں بھی وہ تیری ڈھٹائی نہ گئی

ایک دوست:۔ خوب خوب۔ واہ بی صاحب کیا رسیلی آواز پائی ہے۔ آپ کا گانا سُن کر خدا بھول جاتا ہے۔

دوسرا:۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ سیٹھ جی۔ آپ کے طفیل آج اس موسیقی کی دیوی سے تعارف ہوگیا۔ کہئے آپ کی سینما کمپنی کب تک قائم ہو جائے گی۔

سیٹھ:۔ یہ آپ لوگوں کی ذرہ نوازی ہے کہ آپ نے تشریف لا کر خاکسار کی عزت افزائی فرمائی۔ ورنہ یہ عاجز کس لائق ہے۔ اگر آپ کی عنایت شامل حال رہی تو جلد ہی کمپنی چالو ہو جائے گی۔

تیسرا دوست:۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ سیٹھ صاحب۔ آپ ہم کو شرمندہ کرتے ہیں۔ آپ جیسے فیاض علم دوست اور زندہ دل رئیس اگر پنجاب میں دو چار اور ہوں تو ہندو مسلم فساد اِس طرح غائب ہو جائے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

چوتھا دوست:۔ واہ مولانا۔ تم تو ہر وقت ہندو مسلم فساد ہی کی رٹ لگاتے رہتے ہو۔ اگر سیٹھ جی جیسے چند اور فیاض اور روشن دماغ رئیس اس شہر میں ہوں تو افلاس یہاں سے بالکل دُور ہو جائے۔ اور کوئی شخص غریب یا رنجیدہ نظر نہ آئے۔

ایکٹرس۔ جناب نے بالکل دُرست فرمایا ہے۔ روپیہ جوڑنے کے لئے نہیں خرچ کرنے کے واسطے ہوتا ہے۔

سیٹھ۔ یہ بات سولہ آنہ ٹھیک ہے۔ لیکن جو شخص روپیہ جمع نہیں کرتا وہ

خرچ کہاں سے کرے گا۔

**مکند رام۔** گستاخی معاف۔ ہم تو دریا کی روانی کے اصول کو صحیح مانتے ہیں۔ پانی آیا بہ گیا۔ جہاں پانی رُکا وہیں بدبُو پیدا ہونی شروع ہوئی۔ دریا کا پانی بہنے سے کم نہیں ہوتا۔ علم استعمال سے ختم نہیں ہوتا۔ سمندر دھوپ سے خشک نہیں ہو سکتا۔ پھول کی خوشبو ہوا میں مِلنے کی وجہ سے غائب نہیں ہو جاتی۔ پہلوان کسرت کرنے سے کمزور نہیں ہوتا۔ پالیٹیشن تقریریں کرنے کے باعث گونگا نہیں بن جاتا۔

**کرامت حسین۔** پروفیسر صاحب مجھے کج بحثی سے نفرت ہے۔ اور بغیر فیس بحث کرنا میری عادت کے خلاف ہے۔ لیکن اظہارِ صداقت میرا پیشہ ہے۔ اس لئے مجبور ہوں کہ آپ کی اس عالمانہ تقریر کی تردید میں چند کلمات عرض کروں ......

**سیٹھ۔** اگر بیرسٹر صاحب اجازت دیں تو یہ دلچسپ بحث کسی آئندہ موقع کے لئے ملتوی کر دی جائے۔ بی صاحب کوئی اور چیز سُنایئے۔

**کرامت۔** میں اس نہایت معقول تجویز کی پُرزور تائید کرتا ہُوں۔

**ایکٹرس۔** (گانا)۔

علم اچھا ہے اگر اس کا اثر اچھا ہے
شجر اچھا ہے وہی جس کا ثمر اچھا ہے

آدمی ہے وہ بھلا جس کی بھلی ہو خصلت
آب اچھی ہو تو کہتے ہیں گہر اچھا ہے

کیا ہُوا جمع کیا مال جو قاروں کی طرح
کام آئے جو غریبوں کے وہ زر اچھا ہے

بے غرض ہو کے تو کر خلقِ خدا کی خدمت
غم جو خلقت کا بٹا ئے وہ بشر اچھا ہے

ایکٹ اوّل سین - ا -

اتنا لکھ پڑھ کے بھی افلاس کی حالت ہے وہی        پیٹ جس سے بھرے وہ علم و ہنر اچھا ہے
بڑھ کے جنت سے ہے یورپ تو ہمیں کیا موہن
ہم کو یہ اپنا وطن ہند کا گھر اچھا ہے۔

سب - خوب - خوب -

(سیٹھ کا نوکر داخل ہوتا ہے)

نوکر - (سیٹھ کو مخاطب کر کے) سرکار ایک عورت حضور سے کچھ عرض کرنا چاہتی ہے -

سیٹھ - (پگڑی اور مونچھیں سنوار کر) ہم سے ایک عورت ملنا چاہتی ہے ؟ کس قسم کی عورت ہے ؟

نوکر - حضور ایک غریب عورت ہے - کہتی ہے کوئی ضروری کام ہے -

کرامت - دیکھو میرا سوال کا جواب دو (سیٹھ سے مخاطب ہو کر) آپ مجھے دومنٹ جرح کرنے دیں تو سب معاملہ صاف ہو جائے گا - (نوکر سے) کیسی عورت ہے ؟

نوکر - حضور - ایک غریب عورت ہے -

کرامت - سوال کو سُنو اور سمجھو - پھر جواب دو - کس - قسم - کی - عورت ہے ؟

نوکر - حضور میں کیا کہہ سکتا ہوں - دیکھنے میں جیسی عورتیں ہوتی ہیں ویسی وہ بھی ہے -

کرامت - دیکھو گستاخی کی بات مت کرو - سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دو - اس نے کیا کپڑے پہنے ہوئے ہیں -

نوکر- حضور- ساڑھی پہن رکھی ہے۔

کرامت- صاف یا میلی- ریشمی یا سوتی- ؟

نوکر- بالکل صاف۔

کرامت- ہم پھر سوال کرتے ہیں- سوتی یا ریشمی ؟

نوکر- سوتی-

کرامت- عمر بولو-

نوکر- حضور میری عمر پچاس سال کی ہوگی- ساری عمر انگریز افسروں کی نوکری میں گذر گئی- اب سرکار (سیٹھ کی طرف اشارہ کر کے) کی خدمت بجاتا ہوں-

کرامت- تمہاری عمر ہم نہیں پوچھتا- عورت کی عمر بولو-

نوکر- حضور بالکل جوان ہے-

کرامت- پھر سوال کا جواب نہیں دیتا- جوان کسے کہتے ہیں ؟

نوکر- جوان وہ ہے جو نہ بچہ ہو نہ بوڑھا-

مکند- بیرسٹر صاحب گواہ نے آپ کے سوالات کے بالکل ٹھیک جواب دئے ہیں- اب آپ جرح بند کیجئے- یہ عدالت کا کمرہ نہیں ہے-

کرامت- آپ کو بیچ میں دخل دینے کو کس نے کہا ہے- آپ یہ معاملات نہیں سمجھ سکتے- آپ کا کام تو لڑکوں کو پڑھانا ہے- میں ثابت کر سکتا ہوں کہ بڑھاپے یا جوانی یا بچپن کا انحصار عمر پر نہیں- ایک ہی عمر کا انسان بچہ بھی ہو سکتا ہے- جوان بھی اور بوڑھا بھی- انسان کی جسمانی اور دماغی حالت کا تعین محض اس کی عمر سے نہیں ہو سکتا-

مکند - آپ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں - آپ بچہ ہیں - یا جوان - یا بوڑھے ؟

کرامت :- آپ میری توہین کر رہے ہیں - ہم جنٹلمین اور بیرسٹر ہیں -

(سب قہقہہ لگاتے ہیں - کرامت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو جاتا ہے -)

سیٹھ - قطع کلام معاف - اگر آپ صاحبان کو اعتراض نہ ہو تو اس عورت کو اندر آنے کی اجازت دے دی جائے -

سب - ضرور - ضرور -

کرامت - ہماری رائے محفوظ ہے -

مکند - بے شک - آپ کے دماغ پر قفل پڑا ہوا ہے - اس کے اندر آپ کی رائے محفوظ رہے گی -

(پھول کماری نوکر کے ساتھ داخل ہوتی ہے - پھول کماری ۱۴ - ۱۵ سال کی خوش شکل لڑکی ہے - سب اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں - وہ سیٹھ کو آداب بجا لا کر نیچی نگاہ کئے کھڑی رہتی ہے)

سیٹھ - کہئے آپ کیسے تشریف لائیں - میرے لائق کیا کام ہے -

پھول - میری ماں سخت بیمار ہے - میں اس لئے بے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں کہ آپ سے مدد کی درخواست کروں -

سیٹھ - میں ہر طرح حاضر ہوں - آپ تشریف رکھیں - ابھی سب انتظام ہوا جاتا ہے - آپ کی والدہ کہاں مقیم ہیں -

پھول - ہم یہاں سے تھوڑی دور پر دھوبیوں کے محلہ میں رہتے ہیں - میری ماں آپ کے ہاں ملازم ہے -

سیٹھ- اری تو دھوبن کی لڑکی ہے۔ پہلے تو نے کیوں ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی۔ تو دیکھتی نہیں کہ ہمیں اس وقت فرصت نہیں۔ کل سویرے دیکھا جائے گا۔

پھول- (آبدیدہ ہوکر) میری ماں سخت بیمار ہے۔ اسے آپ کے گھر کا کام کرتے چالیس سال ہو گئے۔ آپ ہماری بدقسمتی پر رحم کیجئے۔

سیٹھ- (ایک روپیہ پھینک کر) یہ لے۔ اور یہاں سے دُور ہو۔

پھول- کچھ اَور عنایت کیجئے۔ ڈاکٹر کو فیس دینی ہوگی۔ دوائی والا بغیر پیسہ لئے نُسخہ تیار نہ کرے گا۔

سیٹھ- ڈاکٹر؟۔ ڈاکٹر کی کیا ضرورت ہے۔ دھوبن کے لئے ڈاکٹر؟ آج کل سب کے دماغ عرش پر جا پہنچے ہیں۔ عطّار سے دو پیسہ کی دوائی لے آ اور اپنی ماں کو پلا دے۔

پھول- (ہاتھ جوڑ کر) حضور میری ماں عرصہ سے بیمار ہے اب اس کی حالت بہت خراب ہو چکی ہے۔ کوئی اچھا ڈاکٹر ہی اس کا علاج کر سکتا ہے۔

سیٹھ- (ایک روپیہ اَور پھینک کر) لے۔ اور لے۔ لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ تو جو کچھ کہہ رہی ہے سچ ہے۔

(پھول کماری کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔ اور وہ کچھ اَور کہنے کو ہوتی ہے)۔

سیٹھ- کوئی ہے۔ اس ڈھیٹھ لڑکی کو یہاں سے نکال دو۔

(نوکر آکر پھول کماری کو باہر لے جاتا ہے اور اسے اپنے جیب سے

سے پانچ روپیہ دے کر رخصت کرتا ہے)

سیٹھ۔ بی صاحب کچھ اور سُنائیے۔ اس ناہنجار لڑکی نے آج کی صحبت کا سارا مزا کرِکرا کر دیا۔

ایکٹرس۔ گاتی ہے۔۔۔۔۔

بلم ترے جھگڑے میں رین گئی

کہاں گئے چندا کہاں گئی بدری کہاں گئی پریت نئی

کھل گئی بدری چھٹک رہے تارے سوئی گنت رہی

بلم۔۔۔۔

آ گئے سیاں میں ڈاروں گل بیاں کل مرے من کو پری

گھل مل بتیاں پریم ولاس کی ہوویں۔ بھئی سو بھئی

بلم۔۔۔۔

# سین ۔۲۔

[چمپا (پھول کماری کی والدہ) کا مکان۔ چمپا ایک چارپائی پر لیٹی ہوئی ہے۔ پاس ایک سٹول پر ایک صراحی اور گلاس ہے۔ کمرہ میں ایک طرف کو کچھ صندوق اور برتن۔ استری و دیگر اشیا پڑی ہیں۔ چمپا تکلیف سے کراہ رہی ہے]

چمپا۔ (اپنے آپ) ہے پرمیشر تو اب مجھے اس دکھ سے چھٹکارا دے

اب یہ دکھ مجھ سے نہیں سہا جاتا۔ ساری عمر کیا کم کشٹ بھوگا جو اب انت سمہ بھی سسک سسک کر جان دے رہی ہوں۔ ہے پرماتما تجھ سے کچھ اور نہیں مانگتی۔ بس یہی پرارتھنا ہے۔ کہ میرا شریر جلدی چھوٹ جائے۔ ہائے حلق سوکھ رہا ہے (مشکل سے سٹول کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے۔ ہاتھ کانپتا ہے۔ گلاس زمین پر گر جاتا ہے)۔ ہائے پرماتما۔ میں نے کیا پاپ کیا تھا۔ جو تو مجھے اس طرح تڑپا تڑپا کر مار رہا ہے۔ کھشما۔ کھشما۔ پربھو مجھ پر دیا کر۔ کوئی تجھ سے دھن مانگتا ہے۔ کوئی عزت مانگتا ہے۔ کوئی اولاد مانگتا ہے۔ کوئی تندرستی مانگتا ہے۔ کوئی سنسار کے دوسرے پدارتھ مانگتا ہے۔ میں تجھ سے صرف موت مانگتی ہوں۔ اس جیون میں ہر طرح کا دکھ سہا۔ اب میر تیو سمہ تو مجھے شانتی دے۔ میرے مصیبت کے دن جلد ختم کر۔ کیا غریب سے یم راج کو بھی دشمنی ہے۔ پرمیشر کیا تیرے دربار میں بھی غریب کی کوئی نہیں سنتا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہاں تو غریب امیر سب برابر ہونے چاہئیں۔ ہائے۔ اُف۔ اُف۔ پھول۔ پھول (بیہوش ہو جاتی ہے)

[مالک مکان کا منشی داخل]

**منشی**۔ کیوں ری دھوبن۔ اتنی دیر سے ہم کنڈی کھٹکھٹا رہے ہیں۔ کوئی جواب نہیں۔ ہم کیا تیرے باپ کے نوکر ہیں۔ کرایہ مانگنے آئے ہیں۔ تجھ سے قرض نہیں مانگتے۔ اری جواب کیوں نہیں دیتی۔ کیا بہری ہو گئی۔ (چارپائی کے قریب جا کر دیکھتا ہے) یہ تو سو گئی ہے۔ مگر سو کیسے سکتی ہے۔ میں نے اتنے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہ مردہ بھی جاگ اٹھے۔ مکر کرتی ہے۔

مجھے اُلّو بناتی ہے۔ آج تو میں کرایہ لے کر ہی ٹلوں گا۔ چھ مہینہ کا کرایہ بقایا ہے
لالہ ہے کہ ہر وقت میرے سر پر سوار ہے کہ کرایہ وصول کر کے لاؤ۔ گویا
کرایہ میرے ذمّہ باقی ہے (چمپا کی چارپائی ہلاتا ہے۔)

چمپا۔ پھول کے پتا میں آتی ہوں۔ بول یم راج کدھر چلنا ہے۔

منشی۔ (سہمی ہوئی آواز میں) لاحول ولاقوۃ۔ یہ تو ملک الموت سے گفتگو کر
رہی ہے۔ خداوند کریم مجھے بچا۔ میں کس مصیبت میں آ پھنسا۔

[پھول کماری داخل۔ اس کے ہاتھ میں دودھ کا ایک
گلاس ہے]

پھول۔ (گھبرائی ہوئی آواز سے) منشی جی۔ میری والدہ کا کیا حال ہے (چمپا کے پاس
جا کر اس کے سر پہ ہاتھ رکھتی ہے)۔ پھر بیہوش ہو گئی۔ ہے پرمیشر میری ماں
پر دیا کر (روتی ہے)۔

منشی۔ اب رونے دھونے سے کیا حاصل۔ جو تندرست ہے ایک دن
بیمار بھی ہوگا۔ جو پیدا ہوا ہے ایک دن مر جائے گا۔

پھول۔ آپ کا کہنا ٹھیک ہے۔ لیکن میری ماں دوبارہ پیدا نہ ہوگی۔ ماتا جی
ماتا جی (چمپا کو لپٹ کر روتی ہے)۔

منشی۔ اب میں جاتا ہوں۔ مگر خیال رہے کل شام تک لالہ کا کرایہ پہنچ جائے
ورنہ پرسوں صبح ہی تیرا اسباب مکان سے باہر پھنکوا دوں گا۔

پھول۔ اس حالت میں ہم کہاں جا سکتے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں آپ کا
تمام کرایہ پائی پائی ادا کر دوں گی۔ پندرہ ہی تو روپیہ ہیں۔

منشی۔ لڑکی یہ میرا مکان نہیں۔ میں تو لالہ کا منشی ہوں۔ جو کہنا ہو اُس سے کہو۔ یہ میں نے تجھ سے رعایت کی ہے۔ جو تجھے دو دن کی اور مہلت دے دی۔

پھول۔ اس حالت میں اپنی ماں کو میں کہاں لے جاؤں؟

منشی۔ جہاں سینگ سمائیں لے جا۔ یہ مکان چھوڑ دے۔ لالہ کہتا ہے۔ اس نے تیری ماں کے پاس یہ مکان رہن نہیں رکھ دیا۔

پھول۔ میری ماں اچھی ہو جائے تو میں خود نوکری کروں گی۔ اور آپ کا کرایہ پیسہ پیسہ چکا دوں گی۔

منشی۔ تیری ماں اچھی ہو جائے گی یا جہنم واصل ہو جائے گی۔ اس سے ہمیں کیا مطلب۔ ہمارا کرایہ دے یا مکان چھوڑ۔

پھول۔ اچھا منشی جی۔ میں کل لالہ کے پاس جا کر خود منّت سماجت کروں گی۔

[منشی چلا جاتا ہے]

پھول۔ (چارپائی پر چمپا کے پاس بیٹھ جاتی ہے۔ اور اُس کے مُنہ میں پانی ڈالتی ہے) ماتا جی۔ ماتا جی۔

چمپا۔ بیٹی مجھے پانی دے۔ بڑی پیاس لگی ہے۔ گلا سُوکھ رہا ہے۔ تُو نے سویرے سے کیا کھایا ہوگا۔ یہ دودھ تو پی لے مجھے بالکل بھوک نہیں

پھول۔ (چمپا کو پانی پلاتی ہے) تھوڑا سا دُودھ پی لیجئے تو کچھ طاقت آئے گی۔

چمپا۔ بیٹی۔ طاقت اب مجھے لکڑیوں میں آئے گی۔ اب تو مجھے چھوڑ کر کہیں

نہ جائیو۔ میرے پاس بیٹھی رہ (لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی کوشش کرتی ہے لیکن ہاتھ نہیں اُٹھتا۔ پھول جھک کر ماں کا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیتی ہے)

پھول۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ڈاکٹر کی تلاش میں جاؤں۔

چمپا۔ میرے لئے ڈاکٹر۔ ہمارے پاس فیس کے لئے روپیہ کہاں جو کوئی ڈاکٹر بلا سکیں۔

پھول۔ میں ابھی ڈاکٹر نعمت اللہ کے پاس جاتی ہوں۔ وہ بڑے مشہور ڈاکٹر ہیں۔ ہزاروں روپیہ کی آمدنی ہے۔ شائید ان کے دل میں رحم آجائے۔ اور وہ مفت علاج کرنے پر راضی ہو جائیں۔

چمپا۔ بیٹی تو نے ابھی دُنیا نہیں دیکھی۔ تو بچہ ہے جتنا کوئی امیر ہوتا ہے اتنا ہی اُس میں لالچ زیادہ ہوتا ہے۔ کوئی اچھا ڈاکٹر بغیر فیس لئے نہ آئیگا۔

پھول۔ شائید اُس کے دل میں آپ کا حال سن کر ترس آجائے۔

چمپا۔ بیٹی ہم غریب لوگوں پر مالدار لوگ کب ترس کھاتے ہیں۔ وہ تو ہمیں چیونٹی کے برابر سمجھتے ہیں۔ مرتی ہوئی چیونٹی پر کون ترس کرتا ہے۔ چیونٹی یا مکھی کو جس طرح لوگ مسل ڈالتے ہیں۔ کھٹمل کو جس طرح پیس دیتے ہیں اسی طرح ہم غریبوں کو بھی کچل ڈالنے میں دیر نہیں کرتے۔ امیر کا کُتا بیمار ہو تو اُس کا پُورا علاج ہوتا ہے۔ غریب انسان بیمار ہو تو اسے کوئی بات نہیں پُوچھتا۔

پھول۔ ماتاجی سب آدمی ایک جیسے کٹھور دل نہیں ہوتے۔ میں ابھی ڈاکٹر کو بلا لاؤں گی۔

چمپا۔ جا بیٹی۔ اگر تیری یہی خواہش ہے۔ مگر یہ سنتی جا۔ شاید تیرے واپس آنے تک مجھے ڈاکٹر کی ضرورت ہی نہ رہے۔ مجھے اب کوئی تمنا نہیں سوائے اس کے کہ میں تیرا بیاہ نہ کر سکی۔ مجھے کوئی رنج نہیں۔ سوائے اس کے کہ تیرا باپ اس وقت میری آنکھیں بند کرنے کے لیئے موجود نہیں دُنیا میں میرا سوائے تیرے اَور کوئی نہیں۔ تجھے میں نے بڑی مصیبتوں سے پڑھایا ہے۔ ہمیشہ نیکی کے راستے چلیو۔ دھرم کو کبھی نہ چھوڑیو۔ اَور غریبوں کے لئے کچھ کیجیو۔ بیٹی جو وِدّیا تو نے حاصل کی ہے اِسے بر تھا نہ گنوا یو۔ پرماتما تجھے عمر دے۔ اَور تجھے ہر مصیبت سے بچائے۔

پھول۔ (چمپا کے گلے میں ہاتھ ڈال کر روتی ہے) ماتا جی آپ کو آرام ہو جائے تو میں نوکری کر لوں گی۔ اَور آپ کی باقی عمر آرام سے گذرے گی۔

چمپا۔ بیٹی۔ میرا جی اَب دنیا سے بھر چکا ہے۔ اب میں تیرے باپ کے پاس جانے والی ہوں۔

پھول۔ آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتی ہوں۔ یہ پانی گلاس میں رکھا ہے۔ یہ تھوڑا سا دودھ کٹورہ میں موجود ہے۔ میں ابھی واپس آجاؤں گی۔

[پھول ساڑھی کے پلّہ سے اپنی آنکھیں پونچھتی جاتی ہے]

# سین ۔ ۳ ۔

## ڈاکٹر نعمت اللہ کا مکان

[رات کا وقت ہے۔ ڈاکٹر اپنے کمرہ میں بیٹھا ہے سامنے
میز پر سیٹھسکوپ ۔ بلڈ پریشر کا آلہ۔ تھرمامیٹر۔ پڑا ہے۔
اور ڈاکٹر اپنے جیب سے روپیہ۔ نوٹ اور چک نکال کر حساب کر رہا ہے]

ڈاکٹر۔ کمپاؤنڈر ۔ (کمپونڈر داخل)

کمپاؤنڈر۔ حضور۔

ڈاکٹر۔ ہمارے پیچھے کوئی آیا تھا؟

کمپاؤنڈر۔ نہیں حضور۔

ڈاکٹر۔ کوئی نہیں آیا۔ کسی نے ٹیلیفون کیا؟

کمپاؤنڈر۔ کوئی نہیں حضور۔

ڈاکٹر۔ ابھی شام کے وقت نواب صاحب کو دیکھ کر ہم نے مناسب دوائی تجویز کردی تھی۔ ان کا آدمی ہمیں بلانے کے واسطے آنے والا ہوگا۔ جب آئے ہمیں فوراً خبر کرو۔

کمپاؤنڈر۔ جو حکم۔

ڈاکٹر۔ یہ لو ایک سو گیارہ روپیہ۔ نو آنے۔ تین پائی۔ اس میں سے ایک سو گیارہ روپیہ۔ نو آنہ کل صبح بنک بھیج دینا۔ بھولنا مت۔ اور بقایا ۳ پائی کسی فقیر کو

دے دینا۔ کیونکہ ہم نے اب یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ خیرات بھی کیا کریں گے۔ مگر اِس بات کا خیال رکھنا کہ وہ فقیر بالکل تندرست ہو۔ ہم بیمار آدمی کو خیرات کا مستحق نہیں سمجھتے۔

کمپاؤنڈر۔ آپ مطمئن رہیں۔ آپ کے حکم کی پوری پوری تعمیل ہو جائے گی لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ کہ اپاہج فقیر کیوں مدد اور ہمدردی کا مستحق نہیں؟

ڈاکٹر۔ ہم تمہاری گستاخی معاف کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم سے عقل نہ سیکھو گے۔ تو اور کس سے سیکھو گے۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ کوئی بیمار ہمدردی کا مستحق نہیں۔ لیکن بسا اوقات اس کی بیماری اس کے والدین کے یا اِس کے اپنے اعمال بد کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس لئے اِسے ہمدردی نہیں بلکہ لعنت کا مستحق سمجھنا چاہیئے۔ جو ایسے شخص کی مدد کرتا ہے وہ بدی کو تقویت دیتا ہے۔ اور نسل انسانی سے دشمنی کرتا ہے۔

[دروازہ کی گھنٹی بجتی ہے]

ڈاکٹر۔ دیکھو کون ہے۔ نواب صاحب کا آدمی ہو تو اِسے فوراً اندر لے آؤ۔

[کمپاؤنڈر باہر جاتا ہے۔ اور پھول کماری کے ساتھ واپس آتا ہے]

ڈاکٹر۔ تشریف رکھیئے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

پھول۔ میری ماں سخت بیمار ہے۔ اگر آپ میرے ساتھ چل کر اسے دیکھ سکیں تو آپ کی عین عنایت ہو گی۔

ڈاکٹر۔ میں ابھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ مریضہ کو کیا شکایت ہے۔

پھول۔ انہیں چھ ماہ سے بخار آتا ہے۔ کل سے ان کی حالت زیادہ خراب ہے آج دو دفعہ بیہوش بھی ہو گئیں۔
ڈاکٹر۔ افوہ! میں ابھی آپ کے ہمراہ چلتا ہوں۔ خدا نے چاہا تو چند ہی روز میں شفا ہو جائے گی۔ آپ فکر نہ کریں۔
پھول۔ آپ کی عنایت ہے۔ آپ کی شہرت سن کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔
ڈاکٹر۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا مریضہ کے لئے کروں گا۔ (کچھ تامل کے بعد) لیکن کیا اسی وقت میرا مریضہ کو دیکھنا ضروری ہے۔ رات کو میری فیس دُگنی ہوتی ہے۔
پھول۔ والدہ کی حالت خراب ہے۔ آپ اسی وقت تکلیف فرمائیں۔
ڈاکٹر۔ بہت بہتر۔
پھول۔ آپ کی فیس کیا ہو گی؟
ڈاکٹر۔ دن کے وقت میری فیس صرف دس روپیہ ہے۔ اس وقت اس کی دُگنی۔
پھول۔ ہم لوگ بہت غریب ہیں۔ اتنی بڑی فیس دینا میری طاقت سے باہر ہے۔
ڈاکٹر۔ میری فیس مقرر ہے۔ اس میں کمی مشکل ہے۔ آپ جانتی ہیں۔ میں ڈاکٹر ہوں کنجڑا نہیں۔
پھول۔ آپ مجھے دیکھ کر یا میری گفتگو سے ہمارے خاندان کی حالت

کا اندازہ نہ لگائیں۔ میں دھوبی کی لڑکی ہوں۔ میری ماں نہایت غریب ہے اس نے مجھے اپنی تھوڑی سی آمدنی میں سے انٹرنس تک تعلیم دلائی ہے۔ اور جو کچھ گھر میں تھا وہ اس چھ مہینہ کی بیماری میں ختم ہو گیا۔ آپ ہمارے حال پر رحم کریں۔

ڈاکٹر۔ لڑکی مجھے تیرے خاندان کی حالت سے مطلب نہیں۔ میں تو ڈاکٹر ہوں۔ میرے لئے غریب امیر سب برابر ہیں۔ جس طرح مرض غریب اور امیر میں تمیز نہیں کرتا۔ اسی طرح ڈاکٹر کا بھی فرض ہے کہ ہر مریض سے یکساں سلوک کرے۔

پھول۔ آپ بہت بڑے ڈاکٹر ہیں۔ اگر میری ماں کا علاج مفت کر دیں گے۔ تو پرماتما آپ کا بھلا کرے گا۔

ڈاکٹر۔ نادان لڑکی۔ تو جو اپنے پرماتما سے میرے بھلے کی سفارش کرتی ہے۔ تو اپنی ماں کی شفا کے لئے دعا کیوں نہیں کرتی۔ جا اپنا راستہ لے میرا اور اپنا وقت ضائع نہ کر۔ میرے وقت کی قیمت ہے۔

پھول۔ (آبدیدہ ہوتی ہے اور پانچ روپیہ کا ایک نوٹ ڈاکٹر کے سامنے میز پر رکھتی ہے۔) ازراہِ عنایت اسے آپ قبول فرمالیئے۔ اِس کے سوائے میرے پاس اور کچھ نہیں۔

ڈاکٹر۔ دیکھ لڑکی تو ہمارا قیمتی وقت ضائع نہ کر۔ کوئی پانچ روپیہ والا ڈاکٹر ڈھونڈ لے۔ یا مریضہ کو کسی خیراتی ہسپتال میں داخل کرا دے۔ اگر ہماری فیس دینے کو روپیہ نہ تھا تو ہمارے پاس کیوں آئی۔

پھول۔ (چاندی کا کچھ زیور ڈاکٹر کے سامنے رکھ دیتی ہے) یہ بھی آپ لے لیجیئے۔ اس کے سوائے ہمارے گھر میں کچھ نہیں جو آپ کی نذر کرسکوں۔ مَیں اور میری ماں آپ کو عمر بھر دُعا دینگے۔ اگر آپ اس وقت ہم پر مہربانی کریں۔

ڈاکٹر۔ (زیور کو زمین پر پھینک کر)۔ چالاک لڑکی تو ہمیں چوری کے الزام میں پکڑوانا چاہتی ہے؟ کمپاؤنڈر۔

[کمپاؤنڈر داخل]

کمپاؤنڈر۔ حضور۔

ڈاکٹر۔ اِس طرّارِ لڑکی کو ہمارے کسی دشمن نے یہاں بھیجا ہے۔ زیور اس کو واپس دو۔ اور اِسے باہر پہنچا دو۔

کمپاؤنڈر۔ جو حکم جناب کا۔

[کمپاؤنڈر پھول کماری کو باہر لے جاتا ہے]

ڈاکٹر۔ کمپاؤنڈر!

کمپاؤنڈر۔ (داخل ہو کر) حضور۔

ڈاکٹر۔ وہ لڑکی گئی؟

کمپاؤنڈر۔ حضور گئی۔

ڈاکٹر۔ تم ایسے لوگوں کو یہاں آنے کیوں دیتے ہو۔ جو شخص ہے مفت علاج چاہتا ہے۔ پہلے خود بیماری خریدتے ہیں۔ پھر چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر اِن

کی غلطیوں کا خمیازہ بھگتے۔ اگر ڈاکٹر مفت علاج کیا کریں تو لوگ اپنی صحت کی طرف سے بالکل غافل ہو جائیں۔ جاؤ اب ہم آرام کرتے ہیں۔ چوکیدار کو تاکید کر دو کہ چوکنا رہے۔ نواب صاحب کے گھر سے جب کوئی آدمی ہم کو بلانے آوے یا ٹیلیفون ہو تو ہم کو فوراً اطلاع کرو۔

# سین ۔۴۔

## ہسپتال

[ ہسپتال کا ورانڈہ۔ ڈاکٹر کرسی پر بیٹھا ہے۔ سامنے میز پر رجسٹر۔ قلم دوات۔ چھپے ہوئے فارم پڑے ہیں۔ مریض قطار باندھے بیٹھے ہیں۔ ]

ڈاکٹر۔ اگلا نمبر۔

[ ایک بڈھا آہستہ آہستہ میز کی طرف سرکتا ہے ]

ڈاکٹر۔ بابا جلدی کر۔ تجھے معلوم نہیں تھا تیرا نمبر آ پہنچا ہے۔

بڈھا۔ ڈاکدر صاحب تُریا نہیں جاندا۔ گوڈے پیڑ کر یندے نے۔

ڈاکٹر۔ کھڑا ہو جا۔ تینوں ویکھیئے کی تکلیف ہے۔

بڈھا۔ ڈاکدر صاحب۔ پرماتماں تھواڈی وڈی عمر کرے۔ جے بلینوں ارمان کر دیوں۔

ڈاکٹر۔ چھیتی کر بابا۔ چھیتی کر۔ میں ہور بھی بہت سارے بماراں نوں ہالے ویکھنا اے۔ ایدھر آن کے کھڑا ہو جا۔

بڈھا۔ میں کیکر کھڑا ہوواں۔ جے میں کھڑا ہون جوگا ہوندا تے ایتھے کیوں آوندا۔

ڈاکٹر۔ تو ایتھے کیسطرح پہنچ گیا!

بڈھا۔ مینوں میرے پُتراں نے منجی تے پا کے ایتھے پچا دتا۔ کہن لگے ہسپتال وچ ارمان ہو جاؤ گا۔

ڈاکٹر۔ ایتھے جادُو نہیں ہُندا۔ بماری دا علاج ہُندا اے۔ اچھا دس تینوں کی بماری ہے۔ شتابی بول دیری نہ کر۔

بڈھا۔ ٹھنڈ نال گوڈیاں وچ پیڑ ہو گئی۔ ہُن تُرن توں لچار آں جے تُرن جوگا کر دیووں تاں عمر بھر یاد رکھاں۔

ڈاکٹر۔ تیری کی عمبر اے۔

بڈھا۔ ستّو دے نیڑے ڈھک گیا آں۔ پوترے پرپوترے ویکھ لئے۔ ہُن ایہہ تکلیف بھی ویکھنی سی۔

ڈاکٹر۔ (نسخہ لکھ کر دیتا ہے) ایہہ لے دوائی لکھ دیتی اُو۔ ایہہ دونوں گوڈیاں اُوپر سینک کر کے مالش کر یا کر۔ دو ویری دہاڑے وچ۔ ست دناں پچھوں حقیقت دسیں۔

بڈھا۔ (نسخہ لے کر دیکھتا ہے اور تہمد کا سرا کھولکر اس میں لپیٹ لیتا ہے) ایہہ دوائی کنتھوں لبھو۔

ڈاکٹر۔ اگلا نمبر!

بڈھا۔ ڈاکدار صاحب میں سُنیا سی ہسپتال وچ دوائی بھی ملدی اے۔

ڈاکٹر۔ ایہہ بہت عجائب دوائی اے۔ ایتھے نہیں ملدی۔ جا کے شہر وچوں مل لے ئے۔

بڈھا۔ کِنا کھرچ آؤ۔ میں تاں گریب پینڈو آں۔

ڈاکٹر۔ دیکھو ہمارا مغز نہ کھاؤ۔ ہم نے ابھی اور بہت سے مریض دیکھنے ہیں۔ اگلا نمبر!

بڈھا۔ مہاراج ایس دوائی نال میں تُر پھر سکاں گا؟

ڈاکٹر۔ ہم نے نسخہ لکھ دیا ہے۔ اس دوائی کو استعمال کرو۔ ہم ڈاکٹر ہیں جوتشی نہیں۔

بڈھا۔ ہجور دے سبو کُجھ اکھنیا اے۔ ڈاکدراں نوں کئی علم آوندے ہن۔ میرا پُتر پھرانس توں باپس آن کے دسداسی آپریشن نال بڈھا جوان ہو سکدا اے۔ اوس تے کی خرچ آوندا اے؟

ڈاکٹر۔ (قہقہہ) بابا ایہہ آپریشن تے رب دے گھر ہُندا اے۔ ایس ہسپتال وچ نہیں ہوندا۔ اگلا نمبر!۔

بڈھا۔ ہجور ایہہ دوائی ایتھوں نہ مِلُو؟

ڈاکٹر۔ ہم تمہاری عمر کا لحاظ کرتے ہیں ورنہ تمہیں ابھی یہاں سے نکلوا دیتے۔ کمپاؤنڈر۔

کمپاؤنڈر۔ جناب۔

ڈاکٹر۔ کیا کام کر رہے ہو۔

[کمپاؤنڈر داخل]

کمپاؤنڈر۔ ڈپٹی صاحب کا نسخہ لکھ رہا ہوں۔
ڈاکٹر۔ (رجسٹر پر انگلی رکھ کر) یہ دوائی ہسپتال میں اسوقت موجود ہے؟
کمپاؤنڈر۔ یہ دوائی تو ختم ہو گئی۔ تحصیلدار صاحب کی بھینس کل شام کو یکایک بیمار ہو گئی تھی۔ گھوڑا ہسپتال اُس وقت بند ہو چکا تھا۔ یہاں جتنی دوائی تھی اُن کے گھر بھیج دی گئی۔
ڈاکٹر۔ (بڈھے سے) ہم مجبور ہیں۔ دوائی ختم ہو گئی۔
بڈھا۔ تصیلدار دی مج ساڈے نالوں چنگی ہوئی۔

[بڈھا بڑبڑاتا ہُوا باہر چلا جاتا ہے]

ڈاکٹر۔ اگلا نمبر!

[پھول کماری داخل ہوتی ہے اور ایک طرف
کھڑی ہو جاتی ہے ڈاکٹر اسے اپنے قریب بلا لیتا ہے]

ڈاکٹر۔ کہئے آپ کو کیا تکلیف ہے؟
پھول۔ میری والدہ بہت بیمار ہیں۔
ڈاکٹر۔ انہیں کیا تکلیف ہے؟
پھول۔ کئی مہینے سے اُنہیں بخار آتا ہے۔ اب حالت زیادہ خراب ہے۔
ڈاکٹر۔ کھانسی بھی ہے؟
پھول۔ اب نہیں پہلے آتی تھی۔
ڈاکٹر۔ میں کوئی دو گھنٹہ میں یہاں سے فارغ ہو کر آپ کے ساتھ جا کر مریضہ

کو دیکھ لوں گا۔

پھول۔ میں انہیں ہسپتال میں داخل کرانا چاہتی ہوں۔ گھر پر علاج نہیں کرا سکتی۔ بہت غریب ہوں۔

ڈاکٹر۔ اس کا بھی انتظام ہو سکے گا۔ مگر پہلے مریضہ کو دیکھنا ضروری ہے۔

پھول۔ جیسی جناب کی رائے ہو۔

ڈاکٹر۔ ہسپتال میں مریضوں سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ باقی حال تمہیں کمپاؤنڈر سے معلوم ہوگا۔ کمپاؤنڈر۔

[کمپاؤنڈر آتا ہے]

ڈاکٹر۔ یہ اپنی ماں کو ہسپتال میں داخل کروانا چاہتی ہیں۔ انہیں سب بات سمجھا دو۔ اگلا نمبر!

[کمپاؤنڈر پھول کماری کو ایک طرف لیجاتا ہے]

کمپاؤنڈر۔ اُنہیں کیا بیماری ہے؟

پھول۔ انہیں چھ ماہ سے بخار آتا ہے۔ بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ اَب دن میں کئی بار غفلت ہو جاتی ہے۔

کمپاؤنڈر۔ آپ اُن کا گھر پر علاج کیوں نہیں کرواتیں۔ جیسا علاج گھر پر ہو سکتا ہے۔ ہسپتال میں مشکل ہے۔

پھول۔ ہم بہت غریب ہیں گھر پر علاج کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے

کمپاؤنڈر۔ آپ کے والد کیا کام کرتے ہیں؟

پھول۔ میرے والد گذر چکے ہیں۔ ہم لوگ دھوبی ہیں۔

کمپاؤنڈر۔ آپ کو کون دھوبی سمجھ سکتا ہے؟
پھول۔ میں نے زنانہ مشن سکول میں انٹرنس تک تعلیم پائی ہے۔ لیکن میں آپ سے سچ کہتی ہوں ہم نہایت غریب ہیں۔ جو کچھ گھر میں تھا پچھلے چھ ماہ میں ختم ہو گیا۔ اب قرض پہ گذارہ ہے۔
کمپاؤنڈر۔ یہاں علاج پر آپ کا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہوگا۔ لیکن یہ آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔ اگر ڈاکٹر صاحب مریضہ کو آپ کے گھر پر دیکھ لیں۔ تاکہ بعد میں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ہم خاص خاص بیماریوں کے مریضوں کو ہسپتال میں داخل نہیں کرتے۔
پھول۔ ڈاکٹر صاحب کی کیا فیس ہو گی؟
کمپاؤنڈر۔ وہ آپ سے کل دس روپیہ لیں گے۔ پانچ روپیہ میرا اندازانہ ہوگا دو چار روپیہ آپ کے اور خرچ ہو جائینگے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔
پھول۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارے پاس اتنی رقم کہاں۔
کمپاؤنڈر۔ یہ تمہارا اختیار ہے۔ میں نے جو بات تھی صاف صاف کہدی۔ البتہ تمہاری غریبی پر ترس کر کے میں تمہیں ایک اور تجویز بتا سکتا ہوں۔
پھول۔ وہ کیا؟
کمپاؤنڈر۔ وہ یہ کہ میں تمہاری والدہ کا خود تمہارے مکان پر علاج کر سکتا ہوں۔
پھول۔ تو کیا آپ ڈاکٹر بھی ہیں؟

کمپاؤنڈر۔ میں نے ڈاکٹری کا امتحان تو پاس نہیں کیا۔ لیکن میں ڈاکٹروں سے کم بھی نہیں۔ سینکڑوں مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔ لاکھوں نسخے نظر سے گذر چکے ہیں۔ میڈیکل کالج سے پاس کئے ہوئے نئے ڈاکٹر کیا جانتے ہیں۔ جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ تو ہم سے ہی مشورہ کرتے ہیں۔

پھول۔ معاف کیجئے گا۔ میں تو اپنی ماں کا کسی اچھے ڈاکٹر سے ہی علاج کرانا چاہتی ہوں۔

کمپاونڈر۔ یہ تمہیں اختیار ہے۔ جیسا چاہو کرو۔ لیکن اگر تم میرے تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہو تو میں حاضر ہوں۔

پھول۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی والدہ کو یہاں پہنچانے کا انتظام کروں۔

کمپونڈر۔ یہ ہسپتال ہے دھرم سالہ نہیں۔ یہاں اس وقت پچپن مریض موجود ہیں۔ پچاس کی گنجائش ہے۔ اس کے علاوہ ایسی بیماری کے مریض کو ہم یہاں داخل نہیں کرتے۔ جس سے اور مریضوں کو خطرہ ہو۔

پھول۔ پھر مجھے آپ کیا مشورہ دیتے ہیں۔ میں سخت مصیبت میں ہوں اور بڑی امید لے کر یہاں آئی تھی۔

کمپاؤنڈر۔ میں نے تمہیں سب بات سمجھا دی ہے۔ اب تم جو مناسب سمجھو کرو۔

[کمپاونڈر ڈاکٹر کی طرف کچھ اشارہ کر کے چلا جاتا ہے۔ پھول کماری چند لمحے سوچ میں کھڑی رہتی ہے پھر ڈاکٹر کی طرف بڑھتی ہے]

پھول۔ ڈاکٹر صاحب ایک منٹ کے لئے میں آپ کے کام میں پھر مخل ہوتی ہوں۔

ڈاکٹر۔ ہم لوگ تو یہاں پبلک کی خدمت کے لئے ہیں۔ کہو کیا کہنا ہے؟

پھول۔ میں اپنی والدہ کو یہاں پہنچا دوں۔ اگر آپ انہیں ہسپتال میں داخل کرلیں۔

ڈاکٹر۔ میں تو آؤٹ ڈور کے چارج میں ہوں۔ باقی حال آپ کو کمپاؤنڈر نے سمجھا دیا گیا ہوگا۔ تم میرا اور اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے آج بہت کام ہے۔

[پھول کماری چلی جاتی ہے]

ڈاکٹر۔ اگلا نمبر!

# سین۔ ۵۔

## سیٹھ کروڑی مل کا مکان

[سیٹھ کروڑی مل اپنی دختر سیتا سے کھیل رہا ہے

منیم پاس بیٹھا حساب کی پڑتال کر رہا ہے]

سیٹھ۔ سیتا۔ اَب تمہاری کھیل کود کی عمر گذر چکی ہے۔ اَب تم اپنی ماں سے گھر کا کام کاج کرنا سیکھو۔

سیتا۔ گھر کا کام تو میں کرتی ہوں۔

سیٹھ۔ کیا کیا کام کرتی ہو۔ بھلا ہم کو بھی تو بتاؤ۔

سِینتا۔ میں آپ کو پانی لاکر دیتی ہوں۔ اور بھائی کو کھانا کھلاتی ہوں۔ اور ماں جو کچھ کام کہتی ہے کرتی ہوں۔

سیٹھ۔ اور۔

سِیتا۔ اور اپنی کتاب پڑھتی ہوں۔ اور لکھتی ہوں۔

سیٹھ۔ اور۔

سِنتا۔ اور اپنی گڑیا کے بیاہ کی تیاری کرتی ہوں۔

سیٹھ۔ واقعی تو تو بہت کام کرتی ہے۔

سِینتا۔ اور آپ کیا کام کرتے ہیں؟

سیٹھ۔ ہم تم سب کے لئے روپیہ کماتے ہیں۔

سِیتا۔ تو اس روپیہ میں سے ہیں ایک گھوڑا لے دو۔

سیٹھ۔ لڑکیاں گھوڑے پر نہیں چڑھتیں۔

سِیتا۔ میں روز باغ میں بچوں کو گھوڑوں پر سیر کرتے دیکھتی ہوں۔

سیٹھ۔ وہ بچے شریر ہیں۔

سِینا۔ (مچلتی ہے) نہیں ہم گھوڑا ضرور لینگے۔ ماں کہتی تھی سیٹھ جی سے کہو لے دینگے۔

سیٹھ۔ دیکھ بچی۔ کہا مان۔ گھوڑے پر نہیں چڑھتے۔ گر پڑے گی۔ چوٹ چپٹ لگ جائے گی۔

سِینا۔ اور جو ڈھیروں بچے چڑھتے ہیں۔ اُن کو چوٹ نہیں لگتی۔ نہیں ہم تو گھوڑا لیں گے۔

سیٹھ۔ (منیم سے) منیم جی یہ تو سارے زمانہ ہی کی ہوا بگڑ گئی ہے۔ آخر کیا ہوگا۔
منیم۔ ست بچن مہاراج۔ پرلے قریب ہے۔ لڑکیاں گھوڑے پر چڑھیں؟
ہری رام۔ ہری رام۔ ہری رام!
سیٹھ۔ اس زمانہ میں لڑکیاں جو کچھ کریں تھوڑا ہے۔ برابری کا جو دعویٰ ہے
منیم۔ مہاراج تب ہی تو فیشن نے تباہی ڈھا رکھی ہے۔ شوقینی بڑھ گئی ہے۔
پیٹ میں ڈالنے کو کچھ نہیں۔ لیکن پوشاک پر سینکڑوں روپیہ خرچ ہو۔
جاتے ہیں۔
سیٹھ۔ یہ تو اچھا ہے۔ اسی وجہ سے ہر شخص کو ہر وقت روپیہ کی ضرورت
رہتی ہے۔ یہ انگریزی پڑھے لکھے لوگ جتنا کماتے ہیں اس سے دُگنا
خرچ کرتے ہیں۔
منیم۔ تنخواہ مہینہ کے تیسرے ہفتہ میں ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اُدھار
پر گذارہ چلتا ہے۔ پرماتما سب کی پرورش کرتا ہے۔

[سیتا پھر مچلتی ہے۔ اور سیٹھ کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے]

سیتا۔ ہم کو گھوڑا کب لے دوگے۔ چھوٹا سا گھوڑا۔ جو تھوڑی گھاس کھائے
سیٹھ۔ منیم جی۔ اسے اندر تو چھوڑ آؤ۔
منیم۔ ست بچن مہاراج۔

[منیم سیتا کو لے جاتا ہے]

سیٹھ۔ کیا بے حیائی کا زمانہ ہے۔ لڑکے صاحب لوگ بننا چاہتے ہیں۔
لڑکیاں اُن سے ایک قدم آگے رکھتی ہیں۔ آدے کا آوہ ہی اوُت گیا ہے۔ پرمیشر

اس ملک کی حالت پر رحم کرے!

منیم۔(واپس آکر) مہاراج سیٹھانی جی نے مجھے پھر کہلا کے بھیجا تھا۔کہ سیتا کے لئے کسی اُستانی کا انتظام کردوں۔

سیٹھ۔سیٹھانی جی کس اُستانی سے پڑھی تھیں۔جو سیتا کے لئے اُستانی کی ضرورت ہے۔

منیم۔ مہاراج سمے سمے کا پربھاو ہے۔اب وہ زمانہ نہیں جو ہمارے وقت تھا۔اب لڑکی پڑھی لکھی نہ ہو تو بر اچھا نہیں ملتا۔

سیٹھ۔منیم جی۔تمہاری ماں نے کونسا امتحان پاس کیا ہوا تھا۔جب اُس کی تمہارے باپ سے شادی ہوئی تھی۔؟

منیم۔مہاراج میری ماں تو آج کل کی بی۔اے۔ایم۔اے پاس چھوکریوں کو چوراہے پر بیچ آئے۔

سیٹھ۔یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔عقل پیدائشی ہوتی ہے۔سکول یا کالج میں نہیں بکتی۔

منیم۔ اور مہاراج لڑکیوں نے کونسی نوکری کرنی ہے۔وہ پڑھکر کیا کرینگی۔

سیٹھ۔نوکری کی بھلی کہی۔آج کل کی لڑکیاں اِس قدر فضول خرچ ہیں کہ روپیہ حاصل کرنے کے لئے تمام پاپڑ بیلنے کو تیار ہیں۔

منیم۔ست بچن مہاراج۔مگر جب عورتیں مردوں کے کام کرنے لگیں تو ہم کو کون پوچھے گا؟

سیٹھ۔منیم جی کیا ناسمجھی کی بات کرتے ہو۔عورت کی عقل پر ماتما نے گدّی ہیں

رکھی ہے۔ وہ اگر مرد کا مقابلہ کرے گی تو خطا کھائے گی۔

منیم۔ ست بچن مہاراج۔ انگریزی گٹ پٹ کرنے سے یا بیحیائی کے فیشن اختیار کرنے سے تو عقل کا ثبوت نہیں ملتا۔

سیٹھ۔ گدھے کو کتنا سدھاؤ۔ گھوڑا نہیں بن سکتا۔

[ پھول کماری داخل ]

پھول۔ جے رام جی کی۔ سیٹھ صاحب۔

سیٹھ۔ کہو۔ کیا بات ہے۔

پھول۔ میں آپ کے پاس مدد کی درخواست لے کر آئی ہوں۔

سیٹھ۔ مدد پرماتما کرنے والا ہے۔ کہو تمہاری ماں کا کیا حال ہے۔

پھول۔ میری ماں تو بچاری چل بسی۔

سیٹھ۔ پرمیشر جو کرتا ہے بھلا کرتا ہے۔ بچاری اس جنجال سے چھوٹ گئی تم میرے پاس کس غرض سے آئی ہو؟

پھول۔ کچھ روپیہ درکار ہیں لاش گھر میں پڑی ہے۔

سیٹھ۔ اپنی برادری والوں سے کہو۔ بڑے سنگدل ہیں جو اس وقت بھی تمہاری مدد نہیں کرتے۔

پھول۔ میں اپنی برادری کے لوگوں پر یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی کہ ہم بالکل نادار ہیں۔

سیٹھ۔ دیکھ لڑکی۔ میری بات یاد رکھ۔ سچائی کو چھپانا بہت بڑا عیب ہے اس وقت اگر تو اپنے رشتہ داروں اور اپنی برادری والوں سے مدد چاہے گی۔

تو وہ تجھ سے ضرور ہمدردی کریں گے۔
پھول۔ میں آپ سے تھوڑے سے روپے قرض مانگنے آئی ہوں۔
سیٹھ۔ کتنی رقم درکار ہے؟
پھول۔ اگر آپ پچاس روپیہ اُدھار دے دیں تو بڑی نوازش ہو گی۔ میری ماں نے آپ کی چالیس سال خدمت کی ہے۔
سیٹھ۔ اس چالیس برس کے عرصہ میں تیری ماں نے ہمارے سینکڑوں روپیہ کے کپڑے گم کئے ہونگے یا پھاڑے ہونگے۔
پھول۔ آپ بڑے رئیس ہیں۔ ہم غریب ہیں۔ ہمیشہ آپ کے قصور وار ہیں میں اِس وقت آپ سے بھیک مانگنے آئی ہوں۔
سیٹھ۔ پچاس روپیہ۔ لڑکی تو پاگل تو نہیں ہو گئی۔ منیم جی تم ہی اس کو سمجھاؤ۔
منیم۔ ست بچن مہاراج۔ میں تو جانوں دس روپیہ کافی ہونگے۔
پھول۔ سیٹھ صاحب۔ میں آپ سے روپیہ قرض مانگتی ہوں خیرات نہیں۔ آپ کا روپیہ مع سُود ادا کر دُونگی۔
منیم۔ ہم ایک آنہ ماہوار بیاج لیتے ہیں۔
پھول۔ میں سود دینے کو تیار ہوں۔
منیم۔ لیکن کس ضمانت پر؟ ہمیں روپیہ کنوئیں میں تو نہیں پھینکنا۔
پھول۔ میں آپ کے لیئے کچھ زیور لائی ہوں۔
[پھول ایک پوٹلی منیم کو دیتی ہے۔ منیم اسے کھول کر چاندی کے کچھ زیور اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے جانچتا ہے]

منیم۔ یہ تو پچیس تیس تولہ سے زیادہ نہیں۔ اور ان میں کھوٹ بھی بہت معلوم ہوتا ہے۔ کوئی اندھا بھی اس گوڑے کے عوض میں دس بارہ روپیہ سے زیادہ قرض نہ دے گا۔

پھول۔ میں آپ کی پائی پائی چکا دونگی۔ مجھے اس وقت ضرورت ہے۔ ماں کا سنسکار کرنا ہے۔ کچھ بازار کا اُدھار دینا ہے۔ آپ میری حالت پر ترس کریں۔

سیٹھ۔ ہم بیوپار کرتے ہیں۔ بیوپار کے اصول نہیں چھوڑ سکتے۔ بیوپار میں سگے بھائی کا لحاظ نہیں ہوتا۔

منیم۔ مہاراج اگر آپ اجازت دیں تو اس زیور کے علاوہ پرونوٹ لکھواکر اسے کچھ روپیہ دے دلویں۔ یہ پڑھی ہوئی لڑکی ہے۔ نوکری کرکے ہمارا روپیہ واپس کر دے گی۔

سیٹھ۔ منیم جی۔ ہم تمہاری بات ٹالنا نہیں چاہتے۔ اسے پچیس روپیہ دے دو۔ پرونوٹ لکھالو۔ اور یہ زیور اِس کے نام جمع کر لو۔

[منیم پرونوٹ کا چھپا ہوا فارم پھول کماری کے سامنے رکھتا ہے۔ پھول کماری اِسے پڑھ کر منیم کو واپس کر دیتی ہے]

منیم۔ یہ ٹھیک نہیں۔ پرونوٹ پچاس روپیہ کا ہونا چاہئے۔

پھول۔ تو آپ مجھے پچاس روپیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ آپ کی مہربانی ہے آپ اطمینان رکھیں میں آپ کا ایک ایک پیسہ ادا کر دونگی۔

منیم۔ ہم پچیس روپیہ سے زیادہ ہرگز نہ دینگے۔ لیکن پرونوٹ پچاس روپیہ

ہی کا ہوگا۔ تاکہ وصولی میں دِقّت نہ ہو۔ تم سے صرف پچیس روپیہ اور بیاج لیں گے۔ زیادہ نہیں۔ اگر عدالت جانا پڑا تو پچاس کی نالش ہوگی۔

پھول۔ جو آپ کی مرضی میں اس وقت اپنی مصیبت سے لاچار ہوں۔

[پھول کماری دوسرا پرونوٹ لکھدیتی ہے۔ منیم ۲۳ روپیہ ۷/ اسے دے دیتا ہے]

منیم۔ یہ لو۔ کھوٹا کھرا اچھی طرح دیکھ لو یہ سیٹھ جی کی سخاوت سمجھو کہ تمہیں یہ رقم مل گئی۔

پھول۔ مگر یہ تو ایک روپیہ نو آنے کم ہیں؟

منیم۔ ایک مہینہ کا سود ہم نے پیشگی کاٹ لیا ہے۔ سب مہاجن ایسا ہی کرتے ہیں۔ اب ہر ماہ سود ٹھیک تاریخ پر ادا ہوتا رہے۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔

پھول۔ سیٹھ جی میں نہ سمجھتی تھی کہ دولت انسان کو اس قدر لالچی اور سنگدل بنا دیتی ہے۔ (چلی جاتی ہے)

سیٹھ۔ دیکھا منیم جی۔ جب تک روپیہ نہیں ملا تھا کس طرح گڑگڑا رہی تھی روپیہ ہاتھ میں تھامتے ہی طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ یہ تعلیم ہی کا نتیجہ ہے

منیم۔ مہاراج آخر کمبخت ہی تو ہے۔

سیٹھ۔ اگر یہ کسی مہینہ بھی سود کی ادائیگی میں دیر کرے تو فوراً نالش داغ دینا ہم اسے ضرور جیل کی ہوا کھلوائینگے۔ اس دریدہ دہنی کا مزہ چکھائینگے۔

منیم۔ ستّ بچن مہاراج۔

ڈراپ

# ایکٹ دوم

## پچھلے ایکٹ کے سات سال بعد

## سین -۱-

[پشپا بائی کا مکان۔ پشپا۔ سیٹھ کروڑی مل۔ ڈاکٹر نعمت اللہ
بیرسٹر کرامت حسین اور پروفیسر مکند رام موجود]

پشپا۔ میں آپ صاحبان کی نہایت مشکور ہوں کہ آپ نے غریب خانہ پر
قدم رنجہ فرمایا۔

سیٹھ۔ یہ آپ ہم کو شرمندہ کرتی ہیں۔ آپ کا نام تو آج کل ہر شخص کی زبان
پر ہے۔

کرامت۔ جب سے آپ نے فلمی دُنیا میں قدم رکھا ہے۔ آپ کا نام
شہرت کے آسمان پر بدر منیر کی طرح روشن ہے۔

مکلمد۔ بائی جی مجھے خوشامد سے نفرت ہے۔ مگر میں بیرسٹر صاحب کے
الفاظ کی حرف بحرف تائید کرتا ہوں۔

پشپا۔ یہ آپ حضرات کی مہربانی ہے۔ ورنہ میں کس لائق ہوں۔ میں تو
ایک معمولی ایکٹرس ہوں جیسے کمپنی اس کی خدمات کا پورا معاوضہ ادا کرتی ہے

فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟

مکند- کنواں اگر پیاسے سے پوچھے کہ تو میرے پاس کیوں آیا ہے۔ تو وہ کیا جواب دے گا؟

کرامت۔ چاند اگر چکور سے پوچھے تو کیا چاہتا ہے تو وہ بیچارہ کیا جواب دے سکتا ہے؟

نعمت۔ مریض ڈاکٹر کے پاس کس غرض سے جاتا ہے۔

پشپا۔ معاف کیجئے۔ میری سمجھ میں آپ کا مطلب کچھ نہیں آیا۔

سیٹھ۔ بائی جی۔ ہم لوگ آپ کے پاس اوّل تو آپ کو آپ کی ٹاکی کی کامیابی پر مبارک باد دینے آئے ہیں۔

پشپا۔ آپ کی عنایت ہے۔ یہ ٹاکی میں نے اکیلے نہیں بنائی۔ یہ کئی شخصوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا کیا ارشاد ہے۔

نعمت۔ اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو وہ اپنا آخیری گانا خود اپنی زبان سے سنا دیجئے جو لطف آپ سے سننے میں آئے گا وہ مائکروفون میں کہاں۔

پشپا۔ یہ آپ کی قدردانی ہے سنئے۔

قدموں سے چمک اٹھا کیا آپ کے کاشانہ
مشہور زمانہ ہیں اوصاف کریمانہ
پوچھو نہ یہ تم مجھ سے الفت کسے کہتے ہیں
اس شمع کے رخ دیکھو۔ گرد اس کے وہ پروانہ
حسن اور جوانی پر اچھی نہیں مغروری

ہو جس کو گھمنڈ اس کا سمجھو اسے دیوانہ
وہ تار کے ہلنے سے ہیں راگ کو پا جاتے
قابو میں زباں رکھنا اے لغزش مستانہ

سیٹھ۔ (جیب سے زیور کا ایک بکس نکال کر پیش کرتے ہوئے) یہ ناچیز تحفہ آپ کی نذر ہے۔

پشپا۔ سیٹھ صاحب یہ کس لئے۔ یہ کیا گانے کی اجرت ہے۔

گرامرت۔ سیٹھ جی۔ آپ اتنی مدت ہماری صحبت میں رہے۔ مگر کندہ ناتراشس ہی رہے۔

سیٹھ۔ بائی جی آپ کی نئی تالی اس قدر مقبول ہوئی کہ اس سے کمپنی کو دو ماہ کے عرصہ میں پچاس ہزار روپیہ منافع ہو چکا ہے۔ یہ ناچیز ہار میں آپ کی گرانقدر خدمات کے اعتراف کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

پشپا۔ سیٹھ صاحب کمپنی مجھے میری خدمات کے صلہ میں معقول تنخواہ دیتی ہے۔ پھر یہ تحفہ کیسا؟

نعمت۔ بائی جی آپ سیٹھ صاحب کو مایوس نہ کریں۔ اس حقیر نذرانہ کو قبول فرمائیے۔

پشپا۔ ڈاکٹر صاحب۔ میں کبھی کسی کا کوئی تحفہ منظور نہیں کرتی۔ میری تنخواہ میری ضروریات کے لئے کافی ہے۔

سیٹھ۔ میرے خیال میں تو آپ کی تنخواہ آپ کی قابلیت کے مقابلہ میں بالکل ناکافی ہے۔ یوں کہئے کہ کمپنی فی الحال اس سے زیادہ تنخواہ دے

نہیں سکتی۔

پشپا۔ میں نے آپ سے یا کمپنی سے تنخواہ میں اضافہ کرنے کے لئے کب درخواست کی؟

کرامت۔ بائی جی آپ نے سیٹھ صاحب کا مطلب شائد صحیح طور پر نہیں سمجھا۔ کل ہی وہ کہہ رہے تھے۔ کہ آپ کو کبھی کوئی زیور پہن کر نہیں دیکھا۔

پشپا۔ سیٹھ صاحب آپ کو شائد یہ معلوم نہیں کہ میں۔ نے اپنی تنخواہ کا تین چوتھائی حصّہ اپنی غریب بہنوں کی تعلیم کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ جب کہ اس ملک میں لاکھوں انسانوں کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا تو کوئی ذی شعور عورت اپنا جسم ہزاروں روپیہ کے موتی جواہرات سے کیسے لاد سکتی ہے۔

سیٹھ۔ بائی جی۔ آپ کی منطق میری سمجھ میں تو آئی نہیں۔

کرامت۔ نہ آپ کی بات میری سمجھ میں آئی۔

مکند۔ آخر یہ کونسا ایسا معمّہ ہے جو آپ صاحبان کی سمجھ سے باہر ہے۔

نعمت۔ دولت کے کمانے اور جمع کرنے میں جو راحت ہے دُنیا کے کسی اَور کام میں نہیں۔

سیٹھ۔ یہ آپ نے گرُ کی بات بتائی۔ میں آپ سے بالکل متفق ہوں۔

مکند۔ مگر آپ نے یہ نہ بتایا کہ روپیہ کا آخر صحیح مصرف کیا ہے۔

کرامت۔ کیا لغو بحث ہے۔ دنیا کا کونسا ایسا کام ہے جو بغیر روپیہ کے چلتا ہے

سیٹھ۔ کیا لاکھ روپیہ کی بات کہی ہے۔
پشپا۔ ڈاکٹر صاحب کیا آپ روپیہ کے زور سے کوئی مہلک مرض دور کر سکتے ہیں۔
نعمت۔ جس شخص کے پاس روپیہ ہو وہ موت کو بھی رشوت دے سکتا ہے۔
پشپا۔ وہ کیسے ؟
نعمت۔ مرض کو طول دیا جا سکتا ہے۔
پشپا۔ لیکن کب تک ؟
نعمت۔ جب تک مرض طول کھینچ سکے۔ اور مرض بغیر مریض کے نہیں ہو سکتا۔ لہذا بیماری کو لمبا کر کے بیمار کی زندگی بڑھائی جا سکتی ہے۔
پشپا۔ یعنی ڈاکٹر فیس لے کر مریض کی اذیت کو لمبا کر سکتے ہیں۔ اِس سے زیادہ کچھ نہیں۔
نعمت۔ تو کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ بیمار کا علاج نہیں ہونا چاہیئے۔
پشپا۔ یہ مَیں نے کب کہا ؟
کرامت۔ اچھا بائی جی۔ ہماری عدالتوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ وہاں تو جو فریق زیادہ روپیہ خرچ کرتا ہے۔ اُسی کی جیت ہوتی ہے۔
پشپا۔ بیرسٹر صاحب۔ آپ اَپنے قانون اَور اپنی عدالتوں کی توہین کر رہے ہیں۔ جو جج ایماندار ہے۔ اور سچ اَور جھوٹ میں تمیز کر سکتا ہے۔ اُس کی کچہری میں روپیہ کا جادو نہیں چل سکتا۔

مکند۔ بائی جی۔ آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔ عقل اور علم بازار میں نہیں بکتے۔
پشپا۔ پروفیسر صاحب کا خیال بالکل صحیح ہے۔ محض روپیہ سے کوئی قابلِ قدر چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔ جسمانی دماغی۔ اخلاقی۔ روحانی۔ کوئی خوبی دولت کے عوض میں نہیں خریدی جا سکتی۔ دولت مند شخص صرف ایک چیز حاصل کر سکتا ہے۔
کرامت۔ وہ کیا؟
پشپا۔ وہ یہ کہ جو لوگ خود دولت کے دلدادہ ہیں، وہ اس کی عزت کرتے ہیں۔ یا اس سے حسد کرتے ہیں۔
نعمت۔ دنیا میں عزت ہی سب سے بڑی چیز ہے۔
پشپا۔ بیشک۔ مگر روپیہ سے عزت یا آبرو حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ روپیہ اکثر ایسے طریقوں سے کمایا جاتا ہے۔ جو نہایت ذلیل اور مکروہ ہیں دولت مند شخص کی وہی لوگ عزت کرتے ہیں۔ جن کے دل میں روپیہ کا لالچ ہو۔ چور اور ڈاکو بھی مشہور چور یا ڈاکو کی عزت کرتے ہیں۔
نعمت۔ سیٹھ صاحب۔ آپ اس ہار کو واپس لے لیجئے اور اس بحث کو ختم کیجئے۔
مکند۔ مگر بائی جی نے جو کچھ کہا ہے میں اس پر صاد کرتا ہوں۔
سیٹھ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں پھر کبھی آپ سے اس معاملہ پر عرض کروں گا۔ فی الحال یہ ہار آپ کا میرے پاس امانت رہے گا۔
کرامت۔ یہ فیصلہ عین مناسب ہے۔ لیکن خرچہ فریقین بذمہ فریقین۔

پشپا۔ وہ کیسے۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔
کرامت۔ سیٹھ جی تو ہار کی قیمت ادا کر ہی چکے ہیں۔ آپ ایک اور گانا سنائیے۔
مکند۔ اس گرما گرم بحث کے بعد اگر آپ کوئی بھڑکتی ہوئی چیز سنائیں تو رُوح کو تازگی ہو۔
پشپا۔ بہت خوب۔ سنئے۔ (گاتی ہے)

قدرت کی پھبن کیوں کھوتا ہے تو دیکھ تو ڈالی پھولوں کی
سندر چھب ہے اپنی جگہ پر کیا ہی نرالی پھولوں کی
بھَوروں نے راگ ان کو سنایا بُو جب پالی پھولوں کی
بلبل مدماتی ہے کیسی دیکھ کے پیالی پھولوں کی
تو نے جگر جب چھیدا اُن کا اُڑ گئی لالی پھولوں کی
حسن کے دل کے ٹکڑے ہیں مالا نہیں مالی پھولوں کی
ڈال کے اَب گردن میں ظالم جان نکالی پھولوں کی
بات کہاں ہے اب وہ مالی شکل ہے خالی پھولوں کی

# سین - ۲ -

## ڈاکٹر نعمت اللہ کا مکان

{ ڈاکٹر ڈاک دیکھ رہا ہے ]

نعمت۔ ( اپنے آپ ) جو شخص ہے وہ سمجھتا ہے کہ ڈاکٹر کو ایک دفعہ

پانچ سات روپیہ فیس کیا دے دی عمر بھر کے لئے مول لے لیا۔ ان نئے ڈاکٹروں نے جنہیں نبض دیکھنے کا بھی وقوف نہیں پریکٹس کا ستیاناس کر دیا ہے۔ کمپاؤنڈر!

کمپاؤنڈر۔ (داخل ہوتا ہے) حضور۔

نعمت۔ (ایک چٹھی دے کر) اس کو لکھ دو کہ اگر ہمارا مشورہ چاہتا ہے تو یہاں آ کر ہم سے مرض کی تشخیص کرائے۔ ہم ایسے ڈاکٹر نہیں جو غیر حاضر مریض کا محض خط و کتابت سے علاج کریں۔

کمپاؤنڈر۔ بجا ہے۔

نعمت۔ اتنی ڈاک آتی ہے کہ روز دو گھنٹہ اسے پڑھنے اور جواب لکھوانے میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ میڈیکل ایسوسی ایشن کو چاہیئے کہ ڈاکٹروں کو ہدایت کر دے کہ جس طرح سولسٹر لوگ اپنے موکلوں سے خط کا جواب دینے کی فیس دھروا لیتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر لوگ بھی بغیر فیس لئے مریض کی چٹھی کا جواب نہ دیا کریں۔

کمپاؤنڈر۔ نہایت معقول تجویز ہے۔ اس میں صرف اس قدر ایزادی کی ضرورت ہے۔ کہ جس طرح وکیلوں اور بیرسٹروں کے منشی سائل سے دس فی صدی منشیانہ لیتے ہیں۔ اسی طرح کمپاؤنڈروں کو بھی کمپاؤنڈرانہ ملا کرے

نعمت۔ تم بہت گستاخ اور لالچی ہوتے جاتے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

[کمپاؤنڈر چلا جاتا ہے۔ ڈاکٹر پھر ڈاک دیکھنے میں مشغول ہو جاتا ہے]

نعمت۔ (ایک چٹھی کو کھول کر تھوڑا پڑھتا ہے) یہ کیا خرافات ہے کمپاؤنڈر۔

[کمپاؤنڈر داخل]

کمپاؤنڈر۔ حضور

نعمت۔ یہ کیا ہے؟

کمپاؤنڈر۔ جناب یہ تو خط دکھائی دیتا ہے۔

نعمت۔ ہم بولتا ہے یہ کیا ہے۔ (چٹھی اُس کی طرف پھینک کر) پہلے اِسے اچھی طرح دیکھو پھر جواب دو۔

کمپاؤنڈر۔ حضور یہ تو سخت انگریزی ہے۔ میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں تو صرف دواؤں کے نام پڑھ سکتا ہوں۔

نعمت۔ ہم چٹھی پڑھنے کو تم سے نہیں کہتا۔ نرس کو بلاؤ جلدی۔

[کمپاؤنڈر نرس کو بلاتا ہے]

نرس۔ یس۔ ڈاکٹر۔

نعمت۔ دیکھو نرس۔ آپ کو اس چٹھی کے متعلق کیا معلوم ہے؟

[نرس چٹھی میز پر سے اٹھا لیتی ہے]

نرس۔ ڈاکٹر ہم کو کچھ مالم نہیں۔

نعمت۔ اِسے پڑھ لیا؟

نرس۔ اس چٹھی کا لکھنے والا چندہ مانگتا ہے۔

نعمت۔ آخیری حصہ آپ نے نہیں دیکھا۔ یہ تو ہم کو قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ ساری چٹھی پڑھئے اونچے پڑھئے۔

نرس۔ یہ تو ورڈو ہے۔ صرف رومن کیرکٹر میں لکھا ہے ہم کو اِس کا پڑھنا مشکل ہے۔

نعمت۔ آپ پڑھئے تو۔

نرس۔ ڈاکٹر آپ بولتے ہیں تو ہم پڑھ دیتا ہے۔ ورنہ ہم نرس ہے سیکرٹری نہیں۔ سنئے۔ (پڑھتی ہے)

"بنام کیپٹن نعمت اللہ خاں۔ ایم بی۔ ایل۔ آر۔ سی۔ پی۔ آئی۔ ایم۔ ایس (ریٹائرڈ)

"جناب من۔ تسلیم۔ انجمن سدھار سرمایہ داراں کے حسب الحکم میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ اس نوٹس کے پہنچنے کے اڑتالیس گھنٹے کے اندر مہربانی سے حسب ذیل امدادی اور خیراتی رقمیں نیچے لکھے ہوئے کاموں اور انجمنوں کو عطا فرماویں:۔

| | |
|---|---|
| (۱) کوڑھی خانہ پنجاب........... | دس ہزار |
| (۲) کرسچین یتیم خانہ........... | دس ہزار |
| (۳) انجمن ترقی تعلیم مسلمین........... | پندرہ ہزار |
| (۴) دیانند خیراتی ہسپتال اور دواخانہ........... | دس ہزار |
| (۵) خالصہ یتیم خانہ........... | دس ہزار |
| (۶)۔ بہروں گونگوں اور اندھوں کا سکول........... | پندرہ ہزار |
| (۷) ہندو بیواؤں کا سکول اور آشرم........... | دس ہزار |
| (۸) محتاج خانہ پنجاب........... | بیس ہزار |
| میزان کل۔ | ایک لاکھ روپیہ" |

نعمت۔ ایک لاکھ۔ ایک لاکھ روپیہ۔ جس کے نصف پچاس ہزار اور دُگنے دو لاکھ ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی قارون کا خزانہ دھرا ہے کہ اِس طرح

روپیہ لٹاتے پھریں۔ لکھنے والا پاگل معلوم ہوتا ہے۔ عقل سے بالکل خارج ہے۔ آگے پڑھئے۔

نرس۔ (پڑھتی ہے)

"یہ رقم اس روپیہ کے نصف سے کم ہے جو آپ نے پچھلے پندرہ برس کے عرصہ میں اپنے مفلس مریضوں سے موسی ہے۔ ہماری انجمن بہت سوچ بچار اور ہر بات پر غور کرنے کے بعد اس فیصلہ پر پہنچی ہے کہ آپ کے ساتھ ہرگز بے رحمی اور ناواجب سلوک نہیں ہوگا۔ اگر آپ سے یہ رقم اگلوائی جائے۔ جس سے صرف ان لوگوں کی امداد اور فائدہ منظور ہے جن کو آپ سے زیادہ روپیہ کی ضرورت ہے"۔

نعمت۔ اس چٹھی کے لکھنے والے کی بے وقوفی اور لاعلمی پر ہمیں افسوس ہے۔ بیچارہ بہک گیا ہے۔ مفلس لوگ اوّل تو بیمار پڑتے ہی نہیں۔ اور اگر انفاقیہ کسی وبائی بیماری میں گرفتار ہو جائیں۔ تو ان کے پاس ہمیں دینے کو فیس کے روپیہ کہاں ہیں۔

نرس۔ گریب لوگ بیمار نہیں پڑتا۔ ڈاکٹر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

نعمت۔ افلاس اور بیماری دو متضاد چیزیں ہیں۔ جو آدمی غریب ہے وہ کم کھائے گا اس لئے اس کا ہاضمہ درست رہے گا۔ جو شخص مشقت کرتا ہے اپنی روزی کماتا ہے۔ اس کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔ اسے بھوک خوب لگتی ہے۔ نیند خوب آتی ہے۔ اور وہ بیماری کا مقابلہ کر سکتا ہے اس کے علاوہ جو شخص غریب ہے وہ ان بُری عادتوں سے بچا رہتا ہے۔ جو تمام خوفناک بیماریوں کی جڑ ہیں۔ اور فرض کرو کہ کوئی اکّا دُکّا

مفلس مریض ہماری قابلیت اور تجربہ سے فایدہ اٹھا کر ہم کو ہماری فیس دیتا ہے تو اس میں کسی کے باوا کا کیا جاتا ہے۔ آگے پڑھیے۔

نرس۔ (پڑھتی ہے)

"یہ یاد رہے کہ اگر آپ نے اس درخواست کی تعمیل نہیں کی تو ہمیں مجبوراً زبردستی اس کی تعمیل کرانی پڑے گی۔ اس عریضہ کی نقلیں سپرنٹنڈنٹ پولیس اور اخبارات کو اطلاع کے لیے بھیج دی گئیں ہیں"۔

نرس۔ ہمارا پہلا خیال غلط تھا۔ یہ چندہ کے موافق نہیں۔ یہ بلیک میل والا ہے۔

نعمت۔ (کمپاؤنڈر کی طرف اشارہ کر کے) تمہارے دماغ نے اس کا مطلب سمجھا۔

کمپاؤنڈر۔ کچھ کچھ سمجھا پورا نہیں۔

نعمت۔ دیکھو ہم سمجھاتے ہیں۔ اس خط کا لکھنے والا پاگل آدمی ہے وہ ہم سے کہتا ہے کہ ہم ایک لاکھ روپیہ سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ جو لوگ پبلک کو دھوکہ دے کر ان کا روپیہ غبن کرنے پر آمادہ ہیں ان کے سپرد اپنی تمام عمر کی کمائی کر دیں۔

نرس۔ ڈاکٹر۔ مالوم دیتا ہے۔ یہ کسی نے آپ سے مخول کیا ہے۔ ورنہ اس سے چٹھی لکھنے والے کو خود کوئی فایدہ نہیں ہو سکتا۔

نعمت۔ آپ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایسا مذاق ہم جیسے آدمی سے ٹھیک نہیں۔

کمپاؤنڈر۔ حضور اس میں شائد کوئی خطرہ والی بات ہو۔ پولیس میں رپورٹ کردینی چاہیئے۔

نرس۔ بابو کا خیال ٹھیک مالم پڑتا ہے۔

ڈاکٹر۔ اچھا۔ نرس۔ پولیس کو ٹیلیفون کردو۔

[نرس ٹیلیفون کرتی ہے]

نرس۔ ہلو ہلو...... سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر سے...... ہم کیپٹن نعمت اللہ کے مکان سے بولتا ہے...... ہم آدمی نہیں ہے۔ ہم مس صاحب ہے...... نرس ہے...... دیکھو صاحب کو بولو کہ ڈاکٹر کو ایک پاگل مارنا مانگتا ہے...... پاگل کو ہم کیسے پکڑنا سکتا۔ ...... پاگل ادھر نہیں ہے...... او تم نے چٹی پالیا...... ویل اچھا

نرس۔ (ڈاکٹر سے) ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ادھر ابھی آجائیگا۔ اُدھر سے پندرہ منٹ ہؤا موٹر میں چل پڑا۔

[دروازہ کی گھنٹی بجتی ہے]

نعمت۔ (کمپاؤنڈر) دیکھو۔ کوئی مریض معلوم ہوتا ہے۔

[کمپاؤنڈر باہر جاتا ہے]

نرس۔ ہم تو جانتا ہے کہ یہ روپیہ آپ دے دو۔ کم سے کم کرسچن آرفلیج (عیسائیوں کے یتیم خانہ) کو تو مدد کی بہت ضرورت ہے آپ کو بڑا نام ہو جائے گا۔ اور جو کوئی میم لوگ یا صاحب لوگ یا بابا لوگ بیمار ہونا مانگے گا۔ سب لوگ اِدھر علاج کے واسطے دوڑ کر چلا آیا کریگا

[کمپاؤنڈر اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ۔ سردار صاحب زور آور سنگھ داخل]

نعمت۔ سردار صاحب آداب عرض۔ مزاج بخیر۔

زور آور۔ تسلیمات عرض۔ میں اپنا علاج کرانے نہیں آیا۔ آپ سٹیتھسکوپ نہ سنبھالئے۔

نعمت۔ بے خیالی میں ہاتھ اس طرف چلا گیا۔ معاف کیجئے گا۔ آپ کا چہرہ تو چشم بد دور سورج کی طرح دمک رہا ہے۔

زور آور۔ میں سرکاری کام پر حاضر ہوا ہوں۔ کیا آپ سے علیحدگی میں دو چار منٹ گفتگو کر سکتا ہوں (نرس کی طرف دیکھ کر) آپ ٹھہر سکتی ہیں۔ (کمپاؤنڈر کی طرف اشارہ کر کے اور ڈاکٹر کو مخاطب کر کے) آپ اپنا کام ختم کر لیجئے۔

نعمت۔ یہ مریض نہیں۔ میری ڈسپنسری کا کمپاؤنڈر ہے۔ اچھا تم جاؤ۔

[کمپاونڈر چلا جاتا ہے]

زور آور۔ کپتان صاحب کو یہ چٹھی آج صبح موصول ہوئی ہے۔ شائد یہ چٹھی جو آپ کے سامنے پڑھی ہے اس کی ہی نقل ہے۔

نعمت۔ (چٹھی دیکھ کر) جی ہاں۔

زور آور۔ آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے!

نعمت۔ یہ کسی پاگل یا عقل سے خارج شخص کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے

زور آور۔ یا آپ کے کسی دوست کی۔

نعمت۔ وہ کیسے؟

زور آور۔ محض مذاق کی خاطر
نرس۔ یا کسی گاندھی والا نے لکھنے کا ہوگا۔
زور آور۔ (غضبناک آواز سے) دیکھو ہم تفتیش کر رہے ہیں۔ تم نہیں (مسکراتے ہوئے نرم لہجہ میں) معاف کیجئے مس صاحب۔ ہم پولیس والوں کی عادت خراب ہو جاتی ہے۔ آپ کو اس معاملہ کے متعلق کیا معلوم ہے؟
نرس۔ ہم کچھ نہیں جانتا۔ ہمارا مطلب یہ تھا کہ چٹی والا اپنے واسطے کچھ نہیں مانگتا۔ پبلک کے واسطے ڈاکٹر کو ڈر بھیجتا ہے۔
زور آور۔ ڈاکٹر صاحب۔ آپ اپنے دوستوں میں کھوج لگائیے۔ کسی نے مذاقیہ طور پر یہ خط نہ لکھا ہو۔ ہم اپنے طور پر تفتیش کرینگے۔ پچھلے دس بارہ مہینہ کے عرصہ میں اس صوبہ میں کئی وارداتیں استحصال بالجبر کی ہو چکی ہیں۔ مگر کوئی مجرم اب تک گرفتار نہ ہو سکا۔ ساتھ ہی کئی پبلک انسٹی ٹیوشنوں کو اس سال کئی لاکھ روپیہ خفیہ طور پر گمنام اشخاص کی طرف سے وصول ہو چکا ہے۔
نعمت۔ (سہمی ہوئی آواز سے) آپ کا مطلب؟
زور آور۔ میں آپ کو ڈرانا نہیں چاہتا۔ محض خبردار کرتا ہوں۔ کیونکہ ممکن ہے یہ خط کسی پاگل کے قلم سے نہ نکلا ہو۔ بلکہ کسی بے باک مجرم کی کارستانی ہو۔
نرس۔ آفلیسر ہم کو تو کوئی خطرہ نہیں؟ ہم ایسی نوکری کرنا نہیں مانگتا۔
زور آور۔ مس صاحب گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ہم لوگ کس واسطے ہیں؟

نعمت۔ پھر آپ کی کیا تجویز ہے؟

زور آور۔ ہم نے آپ کے بنگلہ کی حفاظت کے لئے چار باوردی اور آٹھ بلا وردی سپاہی تعینات کر دئے ہیں۔ جو باری باری سے یہاں موجود رہیں گے۔ آپ بھی خبردار رہیئے۔ اور جس شخص کو آپ اچھی طرح نہ جانتے ہوں۔ اس کے ساتھ کسی مریض کو دیکھنے باہر نہ جائیے۔

نعمت۔ اگر یہ بات ہے تو میں تو تباہ ہو جاؤں گا۔ نہ کوئی مریض یہاں آسکے گا۔ نہ میری باہر کی پریکٹس ہو سکے گی۔

زور آور۔ آپ گھبرائیے نہیں یہ صرف چند روز کی بات ہے۔ اور اگر آپ نہ چاہیں تو ہم یہ انتظامات نہ کریں۔

نعمت۔ یہ تو میں نہیں کہتا۔

زور آور۔ تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں؛

نعمت۔ جو کارروائی آپ مناسب سمجھیں کریں۔

نرس۔ اور آفیسر ہماری حفاظت کا کیا انتظام ہو جائے گا۔

زور آور۔ آپ تسلّی رکھئے آپ کا بال بیکا نہ ہو گا۔

نعمت۔ مگر سردار صاحب۔ کیا یہ خط کسی نے محض مذاقیہ طور پر نہیں لکھا؛

زور آور۔ ممکن ہے آپ کا خیال درست ہو۔ آپ اپنے دوستوں سے دریافت کریں۔ میں ابھی ایک سب انسپکٹر کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اسے آپ ان مریضوں کی مکمل فہرست دیدیں۔ جو آجکل آپ کے زیر علاج ہیں۔ یا جن کا آپ نے پچھلے مہینہ میں علاج کیا ہو۔ میں اب اجازت چاہتا ہوں۔

نعمت۔ آداب عرض کرتا ہوں۔ مجھے صرف آپ ہی پر بھروسہ ہے۔

[زور آور سنگھ چلا جاتا ہے]

نرس۔ یہ کیا گول مال ہے۔ ڈاکٹر ہم کو ایک ہفتہ کی رخصت درکار ہے۔

نعمت۔ (بھرّائی ہوئی آواز میں) میں تو تباہ ہو گیا۔ آپ مجھے اس حالت میں چھوڑ جائینگی؟

نرس۔ آپ یہ بولتا تو ہم جانا نہیں مانگتا۔ اسی جگہ ٹھہر جائے گا۔ جو کوئی آئے گا اس کا مقابلہ کرنے کو ہوئے گا۔ ڈاکٹر ہم کالا آدمی کے مافک نہیں جو بھاگنے کو تیار رہونا مانگتا ہے۔

نعمت۔ تھینک یو سو مچ۔ دیکھئے باہر کون کون مریض بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔

نرس۔ ڈاکٹر آپ کو مریض کا فکر۔ ہم کو آپ کا فکر۔

نعمت۔ مجھے تو آپ پر ہی بھروسہ ہے۔ لیکن اگر میں مریضوں کی فکر نہ کروں گا تو اور کون کرے گا۔

# سین ۔ ۳ ۔

## سازشیوں کا ششماہی اجلاس

[" انجمن سدھار سرمایہ داران" کے ششماہی اجلاس کا مقام۔ ایک بڑا کمرہ جس کے مرکز میں ایک میز ہے۔ اس کے ساتھ ایک کرسی رکھی ہے پشپا بائی ایک بیگ لئے آتی ہے۔ اور بیگ میں سے بارہ تھیلیاں

نکال کر میز پر رکھ دیتی ہے۔ پھر اپنی جیب سے دو ریوالور نکال کر
میز پر رکھتی ہے۔ غور سے ان اسلحہ کو دیکھتی ہے۔ اور ایک ریوالور کو
اٹھا کر گویا اس سے کہتی ہے]

پشپا۔ (اپنے آپ) اے اگنی استر! اے آگ کے ہتھیار! تُو تو غریب اور امیر۔ چھوٹے اور بڑے میں تمیز نہیں کرتا۔ تو کس لئے اس دُنیا میں آیا۔ پرمیشر نے لوہا اور لکڑی کیوں پیدا کی جو انسان نے تجھے بنایا۔ انسان۔ انسان حیوان۔ شیطان۔ یہ انسان ہیں۔ یہ اشرف المخلوقات ہیں۔ ان کے سینوں میں دِل نہیں پتھر کے ٹکڑے ہیں۔ یہ انسان۔ انسان۔ وہ شاعر دیوانہ تھا۔ جس نے کہا۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں

اِنسان اور دل۔ اِنسان اور ہمدردی۔ پتھر میں کہیں درد ہوتا ہے۔ یہ تو فولاد کے ٹکڑے ہیں۔ یہ زر دار حیوان جانوروں سے بد تر ہیں۔ میری ماں میری پیاری ماں یہی تو کہتی اس دُنیا سے گئی تھی کہ امیر لوگ بھُنگے کی طرح ہم غریبوں کو کچل ڈالنے میں دیر نہیں کرتے (یکایک طیش کے لہجے میں) نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں کچلنے پائینگے۔ زمانہ بدل رہا ہے۔ دُنیا کی تاریخ میں ایک نیا دور آنے کو ہے۔ سرمایہ داری کے سر پر موت کھیل رہی ہے۔ مزدور اور کسان صدیوں کی نیند سے بیدار ہو رہے ہیں۔ اگر سرمایہ دار اب بھی نہ سنبھلے تو وہ دن قریب

ہے۔ جب اس دنیا میں ایک خوفناک طوفان آئے گا۔ جو سرمایہ داری کو نیست ونابود کر دے گا۔ مزدور اور کسان۔ غریب اور نادار لوگوں کو جگوں کے ظلم اور غلامی سے آزاد کر دے گا۔ پشپا۔ پشپا۔ تو اپنے غصہ پر قابو پا۔ تو اب پھول کماری نہیں رہی۔ تیری زندگی اس آنے والے انقلاب کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ خوشی اور غم۔ غصہ اور رحم۔ انتقام اور شکر گزاری کے جذبات اب تیرے لئے مردہ ہو چکے ہیں۔

[پشپا اپنے بیگ میں سے ایک سیاہ نقاب نکال کر پہن لیتی ہے۔ جس پر ایک کا ہندسہ کاڑھا ہوا ہے اور بیگ میں سے نکال کر دستانے پہن لیتی ہے]

پشپا۔ (گھڑی دیکھ کر) وقت ہو گیا۔ (میز پر گھنٹی کا بٹن دباتی ہے)۔

[ایک شخص سیاہ نقاب پہنے ہوئے جس پر "نمبر ۱۲" لکھا ہوا ہے داخل ہوتا ہے]

نمبر ۱۲۔ حکم۔

پشپا۔ سب انتظام مکمل ہے؟

نمبر ۱۲۔ بالکل ٹھیک ہے۔

پشپا۔ کوئی غیر حاضر؟

نمبر ۱۲۔ کوئی نہیں۔

پشپا۔ کیا کارروائی ہو چکی ہے؟

نمبر ۱۲۔ قاعدہ کے مطابق میں یہاں ٹھیک دس بجے ڈیوٹی پر موجود ہو

گیا تھا۔ اور نمبر ۱۱ پچھلے مکان کی نگہداشت کے لئے آگیا تھا۔ گیارہ بجے سے پانچ پانچ منٹ بعد ایک ایک ممبر بالترتیب آتا گیا۔ سب پچھلے مکان میں موجود ہیں۔ آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔

پشپا۔ سڑک پر کوئی مشتبہ شخص؟

نمبر ۱۲۔ سب ٹھیک ہے۔

پشپا۔ دروازے بند کر دئے؟

نمبر ۱۲۔ جی ہاں۔

[پشپا کے اشارہ پر نمبر ۱۲ اپنا نقاب اتارتا ہے۔ پشپا اس کے چہرہ کو غور سے دیکھنے کے بعد پھر اشارہ کرتی ہے۔ وہ نقاب واپس اپنے چہرہ پر ڈال لیتا ہے]

پشپا۔ (ایک تھیلی میز پر سے اٹھا کر نمبر ۱۲ کو دیتی ہے) یہ آپ کا پچھلی ششماہی کے کام کا معاوضہ ہے۔ اس میں گیارہ نوٹ ایک ایک سو روپیہ کے ہیں۔ اور گوشوارہ حساب کا۔ نمبر ۱۱ کو بھیج دو۔

[نمبر ۱۲ چلا جاتا ہے۔ نمبر ۱۱ داخل]

پشپا۔ کچھ کہنا ہے؟

نمبر ۱۱۔ سب اچھا۔

[پشپا اشارہ کرتی ہے۔ نمبر ۱۱ نقاب اٹھا کر اپنی شکل دکھاتا ہے۔ اور پھر نقاب چہرہ پر ڈال لیتا ہے]

پشپا۔ (ایک تھیلی دے کر) یہ آپ کا حق الخدمت ہے۔ گیارہ سو روپیہ۔

نمبر ۱۱۔ میں تو آنریری کارکن ہوں۔
لشپا۔ قواعد کے مطابق ہمارا فرض ہے۔ کہ آپ کا حق آپ کو ہر ششماہی پیش کردیں۔ اگر آپ اِسے نہیں لینا چاہتے تو یہ ریزرو فنڈ میں جمع کردیا جائے گا۔
نمبر ۱۱۔ آپ کی عنایت۔
لشپا۔ اگر آپ یہ روپیہ ایک سال کے اندر طلب کریں گے۔ تو آپ کو واپس کردیا جائے گا۔ ورنہ ایک سال گذر جانے کے بعد انجمن اِسے قواعد کے مطابق رفاہ عام کے کسی کام پر صرف کردے گی۔
نمبر ۱۱۔ آپ کی نوازش۔
لشپا۔ آپ اپنی ڈیوٹی پر چلے جائیں۔ اور باقی ممبران کو ایک ایک کر کے بھیجتے جائیں۔

[ نمبر ۲۔ نمبر ۳۔ نمبر ۴۔ نمبر ۵۔ نمبر ۶۔ نمبر ۷۔ نمبر ۸۔ نمبر ۹۔ اور نمبر ۱۰ ایکے بعد دیگرے داخل ہوتے ہیں۔ اور اپنا اپنا حصّہ لے کر چلے جاتے ہیں۔ کچھ اپنا حِصّہ واپس کر جاتے ہیں :۔ اس کارروائی کے بعد لشپا پھر گھنٹی کا بٹن دباتی ہے۔ اور یہ نو ممبران ( نمبر ۲ تا نمبر ۱۰ ) دوبارہ آتے ہیں۔ اور میز کے گرد کھڑے ہو جاتے ہیں ]

لشپا۔ اب ہم نے ایجنڈا کے مطابق آئندہ ششماہی کے لئے پروگرام تیار کرنا ہے۔ نمبر ۲ و نمبر ۳ ( لیڈی ممبران ) کو ہدایات حسب ضرورت موصول

ہو جائینگی۔ ان کے یہاں اس وقت ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ (نمبر ۲ و نمبر ۳ چلی جاتی ہیں) باقی سات ممبران کے لیئے سات کام تجویز کیئے گئے ہیں۔ (بیگ میں سے سات ٹکٹ نکال کر ایک تھیلی میں ڈالتی ہے)۔ اس میں سات ٹکٹ ہیں۔ آپ ایک ایک ٹکٹ نکال لیں۔

[سب ممبران ایک ایک کر کے تھیلی میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ اور ایک ایک ٹکٹ نکالتے ہیں۔ پشپا دیکھ کر ایک کاغذ پر لکھتی جاتی ہے]

پشپا۔ کسی کو کچھ کہنا ہے؟

سب۔ کچھ نہیں۔

پشپا۔ مفصل ہدایات وقت پر آپ کو پہنچتی رہیں گی۔ نمبر ۵ جس نے نمبر ا کا ٹکٹ نکالا ہے۔ ٹھہر جائے۔ باقی جا سکتے ہیں۔

[نمبر ۴ - نمبر ۶ - نمبر ۷ - نمبر ۸ نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ چلے جاتے ہیں]

نمبر ۵۔ کیا حکم ہے نمبر ا؟

پشپا۔ (ایک کاغذ کا ورق دیتی ہے) اس میں سب کچھ درج ہے۔ کل شام کو آپ مقررہ مقام پر مقررہ وقت پر حاضر ہو جائیں۔ میں وہاں موجود ہونگی۔ باقی ہدایات آپ کو اُس وقت مل جائینگی۔

نمبر ۵۔ جو حکم۔

پشپا۔ آپ اب جا سکتے ہیں۔

[نمبر ۵ چلا جاتا ہے۔ پشپا بھی میز پر سے سب چیزیں اپنے بیگ

میں جمع کر کے چلنے کی تیاری کرتی ہے]

# سین -۴-

## ڈاکٹر نعمت اللہ کا مکان

[ڈاکٹر دن بھر کے کام کے بعد اپنی سرجری میں بیٹھا ہوا
ایک مکان کے نقشہ کو بغور دیکھ رہا ہے -]

نعمت ۔(اپنے آپ) اس بنگلہ کی تعمیر پر کم و بیش ایک لاکھ روپیہ تو ضرور صرف ہو جائے گا۔ لیکن اس صوبہ میں اس کی نظیر نہ ہو گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ چھ مہینہ کے اندر میں اس خستہ کھنڈر کو خیرباد کہہ دوں گا۔ میں حیران ہوں کہ کس طرح میں نے اس میں دس سال بسر کئے۔

[گھنٹی بجتی ہے -]

نعمت ۔ کون ہے۔ آجاؤ۔

[نمبر ۵ انگریزی لباس پہنے ہوئے داخل ہوتا ہے]

نمبر ۵ ۔ آداب عرض کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب۔

نعمت ۔ تسلیمات۔ تشریف رکھئے۔ کہئیے کیسے اس وقت آنا ہوا۔ آپ گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ میں آپ کے واسطے کیا کر سکتا ہوں۔

نمبر ۵ ۔ میں اپنے یہاں آنے کی غرض ابھی بیان کرتا ہوں۔

نعمت ۔ اچھا تو آپ بیٹھ جائیے۔ ذرا سانس لے لیجئے۔ موٹاپا بھی ایک

قباحت ہے۔ اگر اس کا بروقت علاج نہ کیا جائے تو وسط عمر کے بعد اس سے کئی خطرناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۵۔ آپ کے قیمتی مشورہ سے ضرور فائدہ اٹھاؤں گا۔ لیکن اس وقت آپ سے اپنا علاج کرانے کے لئے حاضر خدمت نہیں ہؤا۔

نعمت۔ تو آپ کے کسی عزیز کو میری خدمات کی ضرورت ہے؟

نمبر ۵۔ میں ایک اور معاملہ میں آپ کی مدد چاہتا ہوں۔۔ اس مکان (نقشہ کی طرف اشارہ کر کے) کے متعلق۔

نعمت۔ اس مکان کی تعمیر کا ٹھیکہ تو دیا جا چکا ہے۔ انجینئر بھی مقرر ہو چکا ہے۔ کل سے بنیادوں کی کھدائی شروع ہو جائے گی۔ اور چند روز میں تمام مسالہ فراہم ہو جائے گا۔ کہئے آپ کیا چاہتے ہیں؟

نمبر ۵۔ میں آپ کو اس امر کا یقین دلانے آیا ہوں۔ کہ آپ کو اس نئے بنگلہ کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اور جو روپیہ آپ اینٹوں اور چونہ پر خرچ کرنا چاہتے ہیں اس کا بہتر مصرف ہو سکتا ہے۔

نعمت۔ معاف کیجئے گا۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ آپ پاگل خانہ سے بھاگ کر تو نہیں آرہے۔

[نعمت میز کے دراز کی طرف ہاتھ لے جاتا ہے]

نمبر ۵۔ (جیب سے ریوالور نکال کر) ڈاکٹر صاحب اپنے دونوں ہاتھ فوراً میز پر واپس رکھ دیجئے۔ ورنہ پنجاب ایک حاذق طبیب اور لائق سرجن کی خدمات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائے گا۔

[نعمت اپنے دونوں ہاتھ واپس میز پر رکھ لیتا ہے۔
نمبر ۵ میز میں سے ریوالور نکال کر اسے اپنے جیب میں ڈال لیتا ہے]

نمبر ۵۔ ڈاکٹر صاحب۔ ریوالور نہایت خطرناک چیز ہے۔ آپ کو ایسے آتشین اسلحہ زیب نہیں دیتے۔ آپ کا کام تو سٹیتسکوپ۔ تھرمامیٹر اور لانسٹ سے ہے۔

نعمت۔ کہئے آپ کیا چاہتے ہیں۔

نمبر ۵۔ چند روز ہوئے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا گیا تھا۔ جس میں آپ سے رفاہ عام کے لئے مدد کی درخواست کی گئی تھی اور آپ کے فالتو روپیہ کے استعمال کے متعلق چند تجاویز کی طرف آپ کی توجہ دلائی گئی تھی۔

نعمت۔ پھر آپ اس وقت مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔

نمبر ۵۔ میں آپ کو اس مشورہ پر عملدرآمد کرنے میں مدد دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

نعمت۔ اگر میں آپ کی مدد لینا نہ چاہوں؟

نمبر ۵۔ تو مجھے مجبوراً اس دلیل (ریوالور کی طرف اشارہ کر کے) کو کام میں لانا پڑے گا۔

نعمت۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ ایک سنگین جرم کے ارتکاب پر آمادہ ہیں۔ اگر آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں تو میں آپ کی اس گستاخی کو بھول جاؤنگا۔ اور آپ کے خلاف کچھ کارروائی نہ کرونگا۔

نمبر ۵۔ میں اس عنایت کے لئے آپ کا تہِ دل سے مشکور ہوں۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ آپ کے زرّیں مشورہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

نعمت۔ اچھا تو اپنا مطلب صاف صاف بیان کیجئے (میز پر گھنٹی کے بٹن کی طرف ہاتھ لے جاتا ہے)۔

نمبر ۵۔ ڈاکٹر صاحب معلوم ہوتا ہے آپ کی یادداشت کام کی کثرت کی وجہ سے قدرے کمزور ہو گئی۔ آپ اسے (ریوالور کی طرف اشارہ کر کے) بھول گئے۔ پیشتر اس سے کہ کوئی آپ کی گھنٹی کے جواب میں یہاں آئے۔ آپ بولنے کے ناقابل ہو چکے ہوں گے۔ اور یہ گنہگار یہاں سے غائب ہو چکا ہو گا۔

نعمت۔ آپ تو مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔

نمبر ۵۔ میری عادت مذاق کی نہیں۔ نہ میں اجنبی شخص سے مذاق کرتا ہوں لیجئے یہ آٹھ خط ہیں۔ ان پر آپ اپنے دستخط کر دیجئے (میز پر ڈاکٹر کے سامنے خط رکھ دیتا ہے)۔

نعمت۔ اگر میں ایسا کرنے سے انکار کروں تو۔

نمبر ۵۔ تو میں پھر آپ کی توجہ اس (ریوالور کی طرف اشارہ کر کے) کی طرف مبذول کراؤنگا۔ جلدی کیجئے۔ میں یہاں صرف سات منٹ اور ٹھہروں گا۔

نعمت۔ (تمام خطوط پر دستخط کر کے) یہ لیجئے۔

نمبر ۵۔ آپ کی عنایت۔ آپ کی چک بک اس میز کے دراز میں ہے وہ بھی نکال لیجئے۔

[ڈاکٹر چک بک نکال کر اپنے سامنے رکھ لیتا ہے]

نمبر ۵۔ آپ ان چٹھیوں کے مطابق آٹھ چک بھی کاٹ دیجیئے۔ کہتے ہیں ترت دان مہاں کلیان۔

[ڈاکٹر چک لکھنے شروع کرتا ہے نمبر ۵ سامنے کھڑا دیکھتا ہے]

نمبر ۵۔ دیکھئے ان چکوں میں کوئی گول مال نہ ہو۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ میں آپ کے دستخط بخوبی پہچانتا ہوں۔

نعمت۔ پھر یہ چک خود ہی کیوں نہ لکھ لیئے؟

نمبر ۵۔ ڈاکٹر صاحب۔ آپ ان معاملات سے واقف نہیں۔ ہم جعلسازی نہیں کرتے۔ دیکھئے یہ تمام چک آپ کے قلم سے۔ آپ کی سیاہی سے۔ آپ کے ہاتھ سے لکھے جا رہے ہیں۔ ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ آپ جیسے دولت مند اور صاحب ثروت اشخاص کو پبلک کی خدمت کا موقع دیں۔

نعمت۔ یہ لیجئے آٹھوں چک تیار ہو گئے۔ دیکھ لیجئے ایک لاکھ روپیہ پورا ہو گیا۔

نمبر ۵۔ آپ کی عنایت۔ غریب اور بیکس یتیم اور بیوائیں آپ کو دعائیں دیں گے۔

نعمت۔ اور کچھ؟

نمبر ۵۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو ایک چک ایک ہزار روپیہ کا اور لکھ دیجئے۔

نعمت۔ وہ کس لئے۔ آپ کا مطالبہ تو پورا ہو گیا۔

نمبر۵۔ کیونکہ ہماری انجمن کو اپنا ایک ایجنٹ یعنی اس بندۂ احقر کو آپ کی خدمت میں بھیجنا پڑا۔ اس وجہ سے ضروری اخراجات کے لئے اس قلیل رقم کا ادا کرنا بھی آپ پر لازم ہے۔

نعمت۔ یہ چک کس کے نام ہوگا؟

نمبر۵۔ یہ آپ اپنے ہی نام لکھئے تو بہتر ہوگا۔

نعمت۔ یہ لیجئے یہ چک بھی لکھا گیا۔

[نمبر۵ تمام خطوط اور چک اپنے جیب میں رکھ لیتا ہے]

نمبر۵۔ آپ کی عنایت میں تا دم مرگ نہ بھولونگا۔ اب آپ میرے ہمراہ چلنے کی تکلیف گوارا فرمائیے۔

نعمت۔ وہ کس لئے؟

نمبر۵۔ تاکہ آپ اپنا ارادہ تبدیل نہ کرلیں۔ جب یہ چک وصول ہو جائینگے تو آپ کو یہاں واپس پہنچا دیا جائے گا۔

نعمت۔ یہ بات ہے؟

نمبر۵۔ جناب کی غربا پروری ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ کی مہمان نوازی میں ہم کوئی کسر اٹھا نہ رکھینگے۔

نعمت۔ مگر آپ تو مجھے اغوا کرکے لے جا رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میرے مکان پر پولیس کا پہرہ ہے۔ اور اگر میں دن بھر یہاں سے غیر حاضر رہا تو کل پولیس میری تلاش میں ضرور آپ تک پہنچ جائے گی۔

نمبر۵۔ ڈاکٹر صاحب آپ ہماری چنداں فکر نہ کریں۔ رہا آپ کا یہاں سے

جانے کا۔ ہمارے انتظامات مکمل ہیں۔ موٹر باہر حاضر ہے۔ اور آپ روانہ ہونے سے پہلے اپنی نرس کو بتلا جائیں گے۔ کہ آپ ایک مریض کو دیکھنے راولپنڈی جا رہے ہیں۔ کل شام یا رات کو واپس آجائینگے۔

نعمت۔ تو میں نرس کو بلاؤں؟

نمبر ۵۔ بیشک مگر یاد رکھئے اگر آپ نے اس سے بے خیالی میں کوئی ناموزوں لفظ کہا یا آپ سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی جسے میں اپنے لئے خطرناک خیال کروں تو میں مجبور ہونگا۔ کہ اپنی حفاظت کے لئے ضروری تدابیر عمل میں لاؤں۔

[ڈاکٹر گھنٹی کا بٹن دباتا ہے۔ نمبر ۵ دونوں ریوالور اپنی پتلون کے جیبوں میں رکھ لیتا ہے۔]

نمبر ۵۔ ڈاکٹر صاحب خبردار رہیئگا۔ یہ دونوں ریوالور میری انگلیوں کے ذرا سے اشارہ پر چل جائینگے۔ اور میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ میرا نشانہ کبھی خطا نہیں کھاتا۔ دس سال سے مجھے ان کھلونوں سے کھیلنے کی عادت ہے۔

[نرس داخل ہوتی ہے]

نعمت۔ نرس میں ایک مریض کو دیکھنے پنڈی جا رہا ہوں۔ کل رات کو واپس آجاؤں گا۔

نرس۔ بہت اچھا ڈاکٹر۔ مگر آپ نے تو فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ چند روز باہر کے کیس نہیں دیکھیں گے۔

نعمت۔ ایک بہت ضروری کیس ہے ۔انکار نہیں کر سکتا۔

نرس۔ انکار نہیں کرنا سکتا تو پھر کیا ہو سکیگا۔ مگر سردار صاحب کے کہنا کا بھی یاد رکھنے کا ہے۔

نعمت ۔ ضروری جانا ہے میں انکار نہیں کر سکتا۔

نرس۔ موٹر منگوا دوں ؟

نعمت ۔موٹر باہر موجود ہے۔

نمبر ۵۔ ڈاکٹر صاحب چلئے۔ مریض کو میں بہت بُری حالت میں چھوڑ کر آیا تھا۔ پانچ چھ گھنٹہ کا سفر کرنا ہے۔

نعمت۔ گڈ بائی۔ نرس۔

نرس۔ گڈ بائی۔ ڈاکٹر۔ میں آپ کا اس طرح جانا خطرہ سے خالی نہیں سمجھتی۔

نعمت۔ خطرہ کیسا۔ میں کوئی بچہ ہوں۔ ڈاکٹر مریض کے علاج سے کس طرح انکار کر سکتا ہے؟

نمبر ۵۔ خصوصاً جب اسے اس کی پوری فیس مل جائے۔

نرس۔ یہ لیجئے آپ کا انسٹرومنٹ کیس ہے۔

[نعمت اور نمبر ۵ چلے جاتے ہیں]

# ڈراپ

# ایکٹ سوم

## سین-۱-

## سپرنٹنڈنٹ پولیس کا دفتر

[سپرنٹنڈنٹ اور زور آور سنگھ موجود]

سپرنٹنڈنٹ- ویل- سردار صاحب- ڈاکٹر نعمت اللہ اب تک نہیں آیا- اب ہمارے لنچ کا ٹائم ہونے کو ہے- ہم کب تک اِس کا انتظار دیکھے گا- یہ لوگ وقت کی پابندی نہیں سیکھنا سکتا-

زور آور- نعمت اللہ کے اعزاز میں آج شہر میں کئی ہزار آدمیوں کا جلوس نکالا گیا ہے- میں ابھی اسے دیکھ کر آیا ہوں- نعمت اللہ جلوس کے آگے ایک سجی ہوئی موٹر میں سوار تھا-

سپرنٹنڈنٹ- یہ بات پاگل کا موافق ہے- جلوس کی وبا چل گئی ہے- ہم تو سمجھتا تھا- اس ڈاکٹر کو بد معاش لوگ نے لوٹ لیا ہے-

زور آور- حضور کا فرمانا بالکل دُرست ہے-

[اردلی آکر کارڈ پیش کرتا ہے]

سپرنٹنڈنٹ- آنے بولو-

[ڈاکٹر نعمت اللہ داخل ]

نعمت - سلام - کپتان صاحب -
سپرنٹنڈنٹ - گڈ مارننگ - ہم آپ کا بڑی دیر سے انتظار کرتا رہا ہے -
نعمت - صاحب جلوس بہت دیر سے ختم ہوا - مجھے افسوس ہے - کہ وقت پر حاضر نہ ہو سکا - مگر مجبور تھا -
سپرنٹنڈنٹ - یہ جلوس کس بابت تھا - ہم نے تو سمجھا تھا کہ آپ کو ڈاکو لوگ نے لوٹ لیا ہم نے سردار صاحب کو تفتیش پر مامور کر دیا ہے -
نعمت - صاحب مجھے تو کسی نے نہیں لوٹا - تفتیش کس بات کی ؟
سپرنٹنڈنٹ - دیکھئے ڈاکٹر صاحب - جو کچھ بات ہے آپ ہم کو ٹھیک ٹھیک بتلا دیویں - ورنہ ہم ضابطہ کی کارروائی کرنے کا حکم دے گا -
نعمت - مجھے افسوس ہے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا -
سپرنٹنڈنٹ - سردار صاحب ان کو مطلب سمجھا دیو -
زور آور - ڈاکٹر صاحب - سنئے - صاحب بہادر کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ سے ایک لاکھ اور ایک ہزار روپیہ کی رقم مجرموں نے زبردستی وصول کی ہے - اس جرم کو چھپانا لاحاصل ہے - آپ ہم کو پورے واقعات بتائیں تاکہ ہم تفتیش کر سکیں اور مجرموں کا سراغ لگا کر آپ کا روپیہ آپ کو واپس دلا سکیں -
سپرنٹنڈنٹ - اگر آپ پولیس سے صحیح واقعات چھپائینگے تو ہم آپ کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں -

نعمت۔ میں آپ سے مدد کی درخواست نہیں کرتا۔
زورآور۔ ڈاکٹر صاحب۔ یہ قانوناً آپ کا فرض ہے۔ کہ اس سنگین جرم کے متعلق جو کچھ آپ کو معلوم ہے۔ ہم کو پورے طور پر تبلائیں۔
نعمت۔ کونسا جرم؟
زورآور۔ جرم کی نوعیت پورے طور پر تو تفتیش کے مکمل ہونے پر معلوم ہو گی۔ لیکن فی الحال اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ چند اشخاص نے جو سازش اور استحصال بالجبر کے مجرم ہیں۔ آپ کو قتل کی دھمکی دے کر ایک لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم سے محروم کر دیا ہے۔
نعمت۔ اس کا ثبوت؟
زورآور۔ اس کا ثبوت وہ چٹھی ہے جو آپ کو چند روز ہوئے موصول ہوئی تھی۔ اور وہ گفتگو جو چار روز ہوئے میرے اور آپ کے درمیان آپ کے مکان پر ہوئی تھی۔
نعمت۔ میں آپ کو اور کپتان صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے پبلک مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ رقوم برضا و رغبتِ خود ان خیراتی کاموں کے لئے دی ہیں۔ مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا۔
سپرنٹنڈنٹ۔ ڈاکٹر صاحب۔ آپ سوچئے۔ غور کیجئے۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔
نعمت۔ میں تو جو کچھ کہہ رہا ہوں خوب سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔
زورآور۔ آپ کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ نے ایک لاکھ روپے کی بھاری

رقم چندہ میں خود بخود دے دی؟

نعمت۔ بے شک۔

سپرنٹنڈنٹ۔ آپ کو مالم ہے۔ کہ ہم آپ کا اس وقت بیان لے رہا ہے۔ اور اگر آپ ارادتاً غلط بیان دیں گے تو آپ تعزیرات ہند کے مطابق سزا کے مستوجب ہونگے۔

نعمت۔ کپتان صاحب میں نے قانون نہیں پڑھا۔ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ تعزیرات ہند کسی شخص کو اپنا روپیہ خیرات کرنے کی ممانعت نہیں کرتا۔

زور آور۔ ڈاکٹر صاحب۔ آپ اس معاملہ پر پھر غور کیجئے۔ اگر آپ تمام واقعات بلا کم و کاست بیان کر دینگے۔ تو اس میں آپ کا اور شہر و صوبہ کے دوسرے رئیسوں کا فائدہ ہے۔ پچھلے دو سال کے عرصے میں اسی قسم کی کئی وارداتیں پنجاب میں ہو چکی ہیں۔

نعمت۔ تو کیا پولیس نے مجرموں کا پتہ چلا لیا۔

سپرنٹنڈنٹ۔ دیکھئے ڈاکٹر صاحب۔ ہم نے لنچ میں صرف آپ کی خاطر دیری کر دی ہے۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ کس قدر اہم ہے۔ ہم کو بحث کرنے کی عادت نہیں۔ آپ بولئے آپ کو کہاں لے جایا گیا۔

نعمت۔ تو کیا آپ کے خیال میں مجرم میں ہوں؟

سپرنٹنڈنٹ۔ آپ مجرم نہیں۔ آپ تو مستغیث ہیں۔

نعمت- میں نے تو آپ کے پاس کوئی رپورٹ نہیں دی-
زور آور- آپ نے پولیس سے مدد کس لئے مانگی تھی؟
نعمت- جو کچھ آپ نے میری مدد کی ہے اس کے لئے میں آپ کا تہ دل سے مشکور ہوں-
سپرنٹنڈنٹ- ویل ڈاکٹر صاحب ہم لنچ کے لئے جاتا ہے- ہم نے جو کچھ کہا آپ اس پر پھر غور کریں- سردار صاحب آپ ان کو سمجھائیں- پولیس کی مدد سے یہ اپنا روپیہ واپس لینا سکتے ہیں-
[سپرنٹنڈنٹ چلا جاتا ہے]
زور آور- ڈاکٹر صاحب کیا ہم ایسے بے وقوف ہیں- کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اسے صحیح تسلیم کر لینگے؟
نعمت- یہ میں نے آپ سے کب کہا- آپ کے تجربہ- آپ کی قابلیت آپ کی ذہانت میں کسے شبہ ہو سکتا ہے-
زور آور- تو پھر آپ ہمیں تمام واقعات کیوں نہیں بتاتے-
نعمت- آپ جانتے ہیں میں ڈاکٹر ہوں- کوئی عقلمند ڈاکٹر کبھی ارادتاً ایسی دوائی تجویز نہیں کرتا- جو مریض کے لئے صریحاً مضر ہو-
زور آور- معاف کیجئے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا-
نعمت- مجھے حیرانی ہے کہ آپ جیسا مصروف افسر اپنے وقت کی پوری قدر نہیں کرتا-
زور آور- مجھے یہ تعجب ہے کہ آپ جیسا صحیح الدماغ شخص ایک جلوس کے

نشہ میں ایک لاکھ روپیہ کی کثیر رقم کھو دینے کو تیار ہے۔
نعمت۔ تعجب کی بنیاد ہمیشہ لاعلمی ہوتی ہے۔
زور آور۔ تو آپ میری لاعلمی دور کیجئے۔ آپ جانتے ہیں کوئی دور اندیش شخص عارضی شہرت یا لوگوں کی واہ واہ کی خاطر اپنے اصلی مفاد قربان نہیں کر دیتا۔
نعمت۔ آپ بالکل درست فرماتے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اس شخص سے زیادہ کوئی بے وقوف نہیں۔ جو گئی ہوئی چیز حاصل کرنے کی کوشش میں جو کچھ اس کے پاس ہو وہ بھی گنوا بیٹھے۔
زور آور۔ تو گویا آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ سے یہ رقم زبردستی چھینی گئی؟
نعمت۔ میں نے تو ایک عام اصول بیان کیا ہے۔ میں صرف یہ تسلیم کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا۔ اور پولیس کو مجھے میرے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

[اردلی ایک ملاقاتی کارڈ لاتا ہے]

زور آور۔ سلام دیو۔ لیجئے ڈاکٹر صاحب آپ کے ایک اور دوست آئے ہیں۔ ان سے مشورہ کر لیجئے۔
نعمت۔ وہ کون؟
زور آور۔ سیٹھ کروڑی مل۔

[سیٹھ کروڑی مل گھبراہٹ کی حالت میں داخل ہوتا ہے]

سیٹھ۔ سردار صاحب۔ بچائیے۔ بچائیے۔ میں مارا گیا۔ دو لاکھ روپیہ میں ہرگز نہ دونگا۔ جان بھلا ہی چلی جائے۔

ایکٹ سوم سین ۱-

زور آور- سیٹھ صاحب آپ تشریف رکھیئے- سا ؤ دھان رہیئے- ابھی یہاں انگریزی راج ہے- سوراجیہ نہیں ہوا- کون آپ کا مال بغیر آپ کی مرضی کے لے سکتا ہے؟

نعمت- خاکسار بھی آداب عرض کرتا ہے- اس قدر گھبراہٹ کی کیا وجہ ہے؟

سیٹھ- میں اس شہر کا رئیسِ اعظم ہوں- آنریری مجسٹریٹ ہوں- پراونشل درباری ہوں- کون مجھے دھمکا سکتا ہے-

نعمت- بے شک- آپ بجا فرماتے ہیں- لیکن ماجرا کیا ہے-

زور آور- سیٹھ صاحب- آپ تو بڑے مضبوط دل والے ہیں لاکھوں روپیہ کا کاربار کرنے والے شخص ہیں- اس گھبراہٹ کی کیا وجہ ہے-

سیٹھ- ڈاکٹر صاحب کو لوٹنے کے بعد اب ان بدمعاشوں نے مجھے اپنا شکار بنانے کی سوچی ہے- مجھے لکھتے ہیں کہ دو لاکھ روپیہ سے ہاتھ دھو بیٹھوں- چہ خوش- ان کے باوا کا مال ہے- (ایک خط زور آور سنگھ کو دیتا ہے)

زور آور- (خط پڑھ کر) بکتے ہیں-

نعمت- جھک مارتے ہیں-

سیٹھ- مگر ڈاکٹر صاحب کیسے ان لیڈروں کے چکمہ میں آ گئے؟

نعمت- سیٹھ جی- میں تو کسی کے چکمہ میں نہیں آیا- کیا بیماروں- غریبوں- بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرنا بے وقوفی میں داخل ہے؟

سیٹھ- اور نہیں تو کیا- جو کوئی مدد کا مستحق ہوتا ہے پرماتما اُس کی مدد خود کرتا

ہے۔ دُکھ مفلسی۔ بیماری انسان کے اُپنے کرموں کا پھل ہیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ ہم کون ہیں جو پرمیشر کے اٹل نیم کو بدلنے کی کوشش کریں۔

نعمت۔ اب سے چند روز پہلے میں بھی اسی فلاسفی پر کاربند تھا۔ اَب میں آپ سے متفق نہیں۔ سردار صاحب اَب آپ مجھے جانے کی اجازت دیں۔ آپ کو سیٹھ صاحب سے اس ضروری معاملہ پر گفتگو کرنی ہوگی۔

زور آور۔ کیا آپ ہماری مدد نہ کریں گے ؟

سیٹھ۔ ان کے سر پر تو اَب لیڈری کا بھوت سوار ہے۔ یہ کہینگے کہ میں باپ دادا کی جائیداد اور اپنی کل کمائی لٹا دوں۔

[نعمت چلا جاتا ہے]

زور آور۔ سیٹھ صاحب آپ ذرا بھی فکر نہ کریں۔ ابھی کپتان صاحب آجائیں گے ان کا حکم پاتے ہی میں آپ کے کیس کو خود اپنے ہاتھ میں لونگا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ اس مرتبہ ہم ان بدمعاشوں کو ضرور گرفتار کر کے کیفر کردار کو پہنچائیں گے۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے ڈاکوؤں کا یہ گروہ کئی لاکھ روپیہ لوٹ چکا ہے۔

سیٹھ۔ تو اب تک پولیس ان کا سراغ کیوں نہ لگا سکی۔

زور آور۔ سیٹھ صاحب۔ ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ پاپ کی ناؤ ہمیشہ بھر کر ڈوبتی ہے۔

سیٹھ۔ یہ تو نہایت خطرناک سازش معلوم ہوتی ہے۔ اگر آپ صلاح دیں تو میں کچھ عرصہ کے لئے یہاں سے چلا جاؤں۔

زور آور- یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ آپ کی اور آپ کی جائداد کی حفاظت کا پورا انتظام کیا جائیگا۔
سیٹھ- تو آپ صاحب بہادر سے سب سماچار کہہ دینگے۔ میں جاتا ہوں
زور آور- میں ایک گھنٹہ تک آپ کے مکان پر پہنچ جاؤں گا۔ آپ بیفکر رہیں۔
[سیٹھ چلا جاتا ہے]

# سین-۲-

## سیٹھ کروڑی مل کا مکان

[سیٹھ اور منیم موجود]
سیٹھ- منیم جی۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم کو پولیس پر بھروسہ کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھے رہنا چاہیئے؟
منیم- مہاراج یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر نعمت اللہ خاں کا دیکھئے کیا حال ہوا۔
سیٹھ- مگر کپتان صاحب اور ڈپٹی صاحب نے پوری مدد کا وعدہ کیا ہے
منیم- یہ سب پولیس کے بھڑے ہیں۔ وہ تو اپنی کارگذاری دکھانے کی فکر میں رہینگے۔ اور یہاں ہم تباہ ہو جائینگے۔
سیٹھ- تو پھر منیم جی آپ کی کیا رائے ہے؟
منیم- مہاراج میری تچھ بدھی ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔
سیٹھ- کچھ تو کہو۔ تم نے بہت زمانہ دیکھا ہے۔ کوئی تجویز تو اس مشکل سے

حل کی نکالنی چاہیئے۔

منیم۔ مہاراج ایک بات تو خیال میں آئی ہے۔ مگر کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

سیٹھ۔ ڈرنے کی کیا بات ہے۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے۔

منیم۔ مہاراج میرے وچار میں تو صرف ایک بات آتی ہے۔

سیٹھ۔ وہ کیا۔

منیم۔ (سیٹھ کے قریب اگر دھیمی آواز میں) مہاراج وہ یہ کہ مال اِدھر اُدھر کر کے دیوالہ کی درخواست دے دیں۔

سیٹھ۔ خوب منیم جی۔ خوب سوجھی۔ میں خود آج صبح سے یہی سوچ رہا تھا۔ مگر بدنامی کا ڈر ہے۔

منیم۔ مہاراج بدنامی اچھی یا تباہی۔ اور آپ کو معلوم ہے جب تک کوئی سیٹھ ایک دو دفعہ دیوالہ نہ نکال چکے وہ پکّا سیٹھ نہیں کہلا سکتا۔

سیٹھ۔ یہ تو درست ہے۔ پھر کیا کیا جائے؟

منیم۔ جیسی مہاراج کی مرضی۔

سیٹھ۔ مجھے تو تمہاری تجویز بالکل مناسب معلوم ہوتی ہے۔

منیم۔ یہ تو آپ کی اپنی تجویز ہے۔ میں نے آپ سے صرف اِس کا ذکر کیا ہے۔

سیٹھ۔ اچھّا تو گنیش جی کا نام لے کر فوراً ضروری کارروائی شروع کر دینی چاہیئے۔

منیم۔ ست بچن مہاراج۔ آپ کا داس ہر طرح آپ کی سیوا کے لئے تیار ہے۔
سیٹھ۔ منیم جی۔ تم ہی پر تو مجھے اس کڑے وقت میں بھروسہ ہے۔ میرے پتا سرگ کی یاترا پر جاتے وقت مجھے کہہ گئے ہیں کہ تم جیسا منیم دُوسرا کوئی نہیں۔
منیم۔ ست بچن۔ یہ داس کس قابل ہے۔ مگر پرماتما کی کرپا سے کروڑوں روپیہ اس ساٹھ برس کے عرصہ میں ان ہاتھوں سے گذرا ہے۔ کبھی ایک پائی کا فرق نہیں آیا۔
سیٹھ۔ منیم جی۔ سورج کی حرارت میں شُبہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن آپ کی دیانتداری میں کیسے شک ہو سکتا ہے۔
منیم۔ یہ داس آپ کے پیر کی خاک ہے۔
سیٹھ۔ پھر منیم جی۔ سب سے پہلے تم پروہت جی کو یگیہ کرنے کے لئے کہہ دو۔ ان سے کہنا کہ ایسا یگیہ کریں کہ ہمارا پورا کلیان ہو جائے۔
منیم۔ ست بچن مہاراج۔ جب تک دیوتاؤں کا حصّہ نہ دیا جائے یہ مہان کاریہ کیسے سدھ ہو سکتا ہے۔
سیٹھ۔ اور منیم جی۔ آپ ہماری طرف سے بنکوں سے یا اور کسی جگہ سے جتنا قرضہ کا انتظام کر سکیں۔ آج شام تک کر لیں۔ ہم اپنی تمام جائداد گروی ڈالنے کو تیار ہیں۔ مگر یہ کام ہوشیاری سے کرنے کا ہے۔
منیم۔ ست بچن مہاراج۔ آج شام تک دو تین لاکھ کا انتظام ہو جائیگا

آپ کی ساکھ شہر میں اتنی ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ابھی لوگ یہاں آ کر روپیوں کا ڈھیر لگا دیں۔

سیٹھ۔ اور میرا ارادہ یہ ہے کہ اپنا تمام مال۔ سونا۔ چاندی۔ زیورات حفاظت کے لئے کہیں امانت رکھوا دوں۔

منیم۔ یہ تو مہاراج بالکل ٹھیک ہے۔ مگر اعتباری دوست ہونے چاہئیں آج کل کے دوست محض مطلبی ہوتے ہیں۔

سیٹھ۔ ہم نے یہ سوچا ہے کہ کل مال کے تین حصے کر کے آج شام تک ایک تمہارے پاس رکھوا دیں۔ ایک پروفیسر صاحب کے پاس اور ایک بیرسٹر صاحب کے پاس۔

منیم۔ ست بچن مہاراج۔ مگر یہ داس تو اپنا ہی ذمہ لے سکتا ہے۔ دوسروں کا نہیں۔

سیٹھ۔ تو کیا تمہارے خیال میں ہمارے یہ دونوں دوست اعتبار کے قابل نہیں؟

منیم۔ یہ تو مہاراج میں کیونکر کہہ سکتا ہوں۔ مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ اور آجکل کے دوست رکابیے ہوتے ہیں۔

سیٹھ۔ منیم جی۔ اس وسوسہ میں نہ پڑو۔ اندر جا کر مال کے تین برابر حصے کر کے فہرستیں تیار کر لو۔ اس میں تمہیں ایک دو گھنٹہ لگ جائینگے۔ پھر جا کر جو باہر کا کام بتایا ہے وہ کر آنا۔

منیم۔ ست بچن مہاراج۔ مگر وہ روپیہ جس کا ابھی انتظام کرنا ہے۔ اس کی حفاظت کا بھی سوچ لینا چاہیئے۔

سیٹھ۔ وہ بھی ہو جائے گا۔ پہلے روپیہ تو ہاتھ میں آئے۔

منیم۔ مہاراج۔ پہلے سے کام سوچ سمجھ کر کیا جائے تو وقت پر دقت نہیں ہوتی۔

سیٹھ۔ ہم نے سب سوچ لیا ہے۔

منیم۔ ست بچن مہاراج۔

سیٹھ۔ اور منیم جی۔ آپ شیخ کرامت حسین اور پروفیسر مکند رام کو ٹیلیفون کر دیں۔ کہ سیٹھ جی یاد کرتے ہیں۔ ضروری کام ہے۔

منیم۔ ست بچن مہاراج۔ اس داس نے جو کہنا تھا کہہ چکا۔ آگے مالک کی مرضی۔

سیٹھ۔ منیم جی۔ تم بیفکر رہو۔ اگر پرماتما نے چاہا تو سب کام ٹھیک ہو جائیگا۔

منیم۔ مہاراج میری بھی پرمیشر سے یہی پرارتھنا ہے۔ مگر مجھے آپ کے دوستوں کے تیور ٹھیک معلوم ہوتے ہیں۔ ایسا نہ ہو مال ہضم کر جائیں۔

سیٹھ۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ دوست ہمارے جانے پہچانے ہوئے ہیں۔

منیم۔ جو مہاراج کو منظور۔ مگر اس داس نے بھی اپنے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے۔ ایشور کی دیا سے اتنی دنیا دیکھی ہے کہ آدمی کو ایک نظر میں بھانپ لیتا ہوں۔

سیٹھ۔ یہ سب کچھ صحیح ہے۔ لیکن دنیا کا کام اعتبار پر چلتا ہے۔

منیم ۔ ست بچن مہاراج ۔ لیکن آپ کے سرگباشی پتا نے دا اس کو یہ اصول سکھایا تھا ۔ کہ بیوپار میں ہر شخص کو چور اور اچکا سمجھنا چاہیئے گو ظاہر یہی کرنا چاہیئے کہ اس پر ہمارا پورا اعتبار ہے ۔

سیٹھ ۔ منیم جی ۔ تم خواہ مخواہ دیر کر رہے ہو ۔ یہ سب کام آج ہی ختم ہو جانا چاہیئے

[نوکر ملاقاتی کارڈ لا کر سیٹھ کو دیتا ہے]

سیٹھ ۔ (نوکر سے) اندر لے آؤ ۔ (منیم سے) سردار زور آور سنگھ آ رہے ہیں تم اندر جا کر جو کام میں نے بتلایا ہے جھٹ پٹ کر ڈالو ۔

[منیم جاتا ہے ۔ زور آور سنگھ داخل]

زور آور ۔ سیٹھ صاحب ۔ جے رام جی کی ۔ اب تو آپ خوش معلوم ہوتے ہیں ۔

سیٹھ ۔ جے رام جی کی ۔ سردار صاحب جب سے آپ نے خود میری حفاظت کا ذمہ لیا ہے ۔ میرے دل پر سے سارا بوجھ اتر گیا ہے ۔

زور آور ۔ حفاظت کرنے والا اکال پورکھ ہے ۔ اس کی مرضی بغیر ایک پتّا بھی نہیں ہلتا ۔

سیٹھ ۔ اس میں کسے انکار ہو سکتا ہے ۔ لیکن اگر پولیس نہ ہو تو دنیا اجڑ جائے ۔

زور آور ۔ صرف اس دنیا کا کیا ذکر ہے ۔ مجھے یقین ہے ۔ کہ اگلی دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے بھی پولیس اور فوج کی ضرورت پڑتی ہوگی ۔

سیٹھ ۔ وہ کیوں ؟

زور آور ۔ شاستروں میں لکھا ہے کہ دیوی دیوتا آپس میں جنگ کرتے ہیں ۔ ان کے لئے فوج چاہیئے ۔ اور جب چور ۔ ڈاکو ۔ قاتل اور دوسرے خطرناک

مجرم اگلی دنیا میں جاتے ہیں تو پولیس کے بغیر انہیں کیسے قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔

سیٹھ - سردار صاحب۔ آپ کا قیاس بالکل درست ہے۔ امید ہے اگلے جہان میں آپ کو اگر ڈی۔ آئی۔ جی۔ نہیں تو کپتان پولیس تو ضرور بنا دیا جائے گا۔

زور آور - سیٹھ صاحب۔ اسی امید پر تو میں جیتا ہوں۔ ورنہ اس جہان میں قابلیت اور ایمانداری کی قدر نہیں۔

سیٹھ - فرمائیے۔ کیا حکم ہے۔

زور آور - میں صرف آپ سے ملنے اور آپ کے مکان اور باغ کو اچھی طرح دیکھنے آیا تھا۔ جو دیکھنے آیا تھا۔ وہ دیکھ لیا۔ اب میں شام تک چار جوان آپ کے پاس بھیجوں گا۔ انہیں آپ بطور چوکیدار بھرتی کر لیں۔

سیٹھ - بہت خوب۔

زور آور - ہم نے آپ کی حفاظت کا پورا انتظام کر دیا ہے۔ اگر آپ کو کسی وقت کسی قسم کی ضرورت ہو تو آپ کسی تھانہ میں ٹیلیفون کر دیں۔ مجھے فوراً اطلاع ہو جائے گی۔ کپتان صاحب خود اس معاملہ میں پوری دلچسپی لے رہے ہیں۔

سیٹھ - آپ کی عنایت۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔

زور آور - یہ سب صاحب بہادر کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔

سیٹھ - اس میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ اس شہر کے چار لاکھ انسان انہیں

کے سہارے آرام کی نیند سوتے ہیں۔
زور آور۔ اجازت دیجئے۔ میں اب جاتا ہوں۔ آپ کے ہی کیس کے متعلق ایک جگہ تفتیش کرنی ہے۔
سیٹھ۔ اگر یہاں کی پولیس میں آپ جیسے دو چار اور افسر ہوں تو مجرم یہ ضلع چھوڑ جائیں۔
زور آور۔ سیٹھ جی۔ اکال پورکھ ہی سب کا راکھا ہے (چلا جاتا ہے)۔

# سین۔۳۔

## پشپا بائی کا مکان

[سیٹھ کروڑی مل۔ شیخ کرامت حسین۔ پروفیسر مکند رام۔ منیم جی۔ اور پشپا بائی موجود]

کرامت۔ بائی جی کوئی ایسی چیز سنائیے کہ کچہری کی گرد دماغ سے ڈھل جائے۔
مکند۔ تو کچہری کی گرد ایسی باریک ہوتی ہے۔ کہ آپ کے دماغ تک سرایت کر جاتی ہے۔
کرامت۔ آپ کیا جانیں۔ آپ تو دن بھر میں دو ایک گھنٹہ لڑکوں کو کچھ الٹا سیدھا لکچر دے آئے اور ہر مہینہ بندھی تنخواہ پھٹکار لی۔ ہمیں صبح سے شام تک ہر شخص سے مغز خراشی کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں چار پیسہ کا منہ

دیکھتے ہیں۔ چور۔ ڈاکو۔ اچکوں سے پالا پڑتا ہے۔ اور آج کل کے مجسٹریٹ
ایسے ہیں کہ ان کے دماغ میں کچھ دھنستا ہی نہیں۔ پولیس اور سرکاری وکیل
کے کہے کو پتھر کی لکیر سمجھتے ہیں۔ زمیندار موکل ایسے سیانے ہو گئے ہیں کہ
ہم کو تعزیرات ہند کی دفعات بتلاتے ہیں۔

مکند۔ بہت اچھا بائی جی۔ کوئی ایسی چیز سنائیے کہ بیرسٹر صاحب کے
دماغ کی گرہ جھڑ جائے۔

پشپا۔ (گاتی ہے)........

تجھے کب تک ہم سمجھائے جائینگے

حشر میں جب دربار لگے گا سب اہل ستم بلوائے جائینگے

اپنے فعلوں کو خدا سے بھی چھپائیگا تو
کیا بہانہ کوئی محشر میں بنائے گا تو
اپنے مظلوموں کو گرد اپنے جو پائے گا تو
کس طرح ان سے گریبان چھڑائے گا تو
اَب سنبھل ورنہ سنبھلنے نہیں پائیگا تو

تیرے چہرے کے یہ جور و ستم کے دکھائے جائینگے۔ تجھے کب تک ہم.....

منیم۔ سیٹھ جی کی بدولت آج آپ کا گانا بھی سُن لیا۔ کیا منوہر گائن تھا۔ اسے
سُن کر یہی خیال ہوتا ہے کہ اب تک جیون بر تھا کھویا۔

کرامت۔ بے شک۔ بائی جی۔ آج کا جشن تو سیٹھ جی کے اعزاز میں ہے۔

پشپا۔ مگر عدالت میں جو سیٹھ جی کو کامیابی ہوئی ہے۔ اس کا سہرا آپ ہی

کے سر ہے

کرامت۔ میں کس قابل ہوں۔ وکیل تو مؤکل کی زبان سے بولتا ہے۔

مکند۔ اور اپنی مٹھی گرم کرتا ہے۔

سیٹھ۔ پھر وہی جھگڑے کی بات۔ پروفیسر صاحب آپ اپنی منطق اور فلاسفی کالج ہی میں کیوں نہیں چھوڑ آتے۔

کرامت۔ بائی جی آپ کوئی اور چیز سُنا دیجئے تو پھر سیٹھ صاحب آج کی صحبت کا مطلب بیان کرینگے۔

مکند۔ بائی جی کوئی نئی چیز سنایئے گا۔ آپکے گانے سے تو دل کبھی سیر نہیں ہوتا۔

پشپا۔ جو ارشاد سنئے۔ (گاتی ہے)۔

زر و مال کا نہ حساب ہو کہیں لطف ہو نہ عتاب ہو
ہوں جو دل میں حسن کی نازشیں ترے سر پہ جوش شباب ہو
نہ جہاں کا ہو تجھے کوئی غم کبھی خالی رہے نہ تو ایک دم
جو کبھی جلیس رباب ہو تو کبھی ندیم کتاب ہو
یہ بھی ایک ہے طرز زندگی نہ کسی سے پیار نہ دشمنی
کہ لکھا ہوا ترے نام پہ نہ عذاب ہو نہ ثواب ہو
رہے یاد یہ بھی تو مہرباں ہے مصیبتوں سے بھرا جہاں
ہو پڑوسی غم میں تو شادماں تو ہو خوش زمانہ خراب ہو
کیا کام کوئی ثواب کا نہ تھا نفع جس میں جناب کا
کہو اس کا جواب ہے کیا اگر۔ یہ سوال روز حساب ہو

منیم۔ واہ بائی جی۔ پرماتما آپ کو عمر دے۔ یہ تو ایسا گانا ہے۔ جیسے شاستر سُن لیا۔

مکند۔ ایسے ہی گانے کو تو غذائے روح کہا گیا ہے۔

سیٹھ۔ اگر بائی جی اجازت دیں تو اب معاملہ کی بات بھی ہو جائے۔

پشپا۔ بیشک۔ اگر میرا یہاں ٹھیرنا ضروری نہ ہو تو مجھے چند منٹ کے لئے اجازت دیجئے۔ آپ کو جو گفتگو کرنی ہے کیجئے۔

کرامت۔ اس میں آپ کی شمولیت تو ازبس ضروری ہے۔

پشپا۔ فرمایئے میں حاضر ہوں۔

سیٹھ۔ منیم جی کہئے آپ کی جو تجویز ہے۔

منیم۔ بات یہ ہے کہ عدالتی کارروائی تو ہو گئی ہے ختم۔ اب سیٹھ جی چاہتے ہیں۔ کہ کچھ روز تیرتھ جاترا کر آویں۔

مکند۔ بہت نیک خیال ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔

کرامت۔ بیشک۔ بیشک۔

منیم۔ ور ان کا خیال ہے چونکہ ان کی واپسی ممکن ہے جلدی نہ ہو۔ اس لئے یہ مناسب نہیں کہ دوستوں کی مہربانی سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔

کرامت۔ معاف کیجئے گا منیم جی۔ ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھے۔ صاف صاف بیان کیجئے۔ سیٹھ صاحب کی غیر حاضری ہمیں ضرور شاق گذرے گی لیکن اگر وہ اپنی روحانی بہتری اسی میں سمجھتے ہیں تو کیا کہنا!

مکند۔ ہم انہیں اس کار خیر سے کیسے روک سکتے ہیں۔

پشپا۔ سیٹھ صاحب کا خیال بالکل مناسب ہے۔ سینکڑوں بیواؤں اور یتیموں کو اِس عدالتی کارروائی سے نقصان پہنچا ہوگا۔ اس کا کفارہ ضروری ہے۔

سیٹھ۔ یہی میں نے بھی سوچا ہے۔ اس بے بسی کی حالت میں اِن کے لئے میں اور کیا کر سکتا ہوں۔

منیم۔ سیٹھ صاحب کا وچار ہے کہ تیرتھ استھانوں پر جا کر دان پن کرینگے۔

مکند۔ اِس سے کیا حاصل ہوگا۔

سیٹھ۔ من کو شانتی ملے گی۔ اگلی دُنیا میں ثواب ملے گا۔

کرامت۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ اگر خدا رشوت قبول کر لے تو اس میں کیا برائی ہے۔

منیم۔ تو میں کل صبح آپ صاحبان کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو آپکی ذمہ داری سے سبکدوش کر دونگا۔

کرامت۔ کیسی ذمہ داری۔ منیم جی دیوالہ کی کارروائی تو ختم ہو چکی۔ درخواست منظور ہو گئی۔

سیٹھ۔ وہ جو کھوں جو آپ کے پاس ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کو اور تکلیف نہیں دینا چاہتا ہُوں۔ آپ دوستوں نے مجھ پر بڑا احسان کیا جو اس اڑے وقت میں میری مدد کی۔

کرامت۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ تو منیم جی کئی روز ہوئے لے گئے۔

مکند۔ سیٹھ جی۔ ایسے معاملہ میں مذاق اچھا نہیں۔ جو کچھ آپ کی امانت تھی وہ

آپ کو واپس مل چکی ہے۔

منیم۔ اپنے خدا سے ڈریئے بیرسٹر صاحب۔ میں نے آپ سے کبھی کچھ نہیں لیا۔

مکند۔ اور ہم سے بھی نہیں؟

منیم۔ ہرگز نہیں۔

سیٹھ۔ یہ کیا معاملہ ہے منیم جی۔ مجھے آپ سے ہرگز ایسی امید نہ تھی۔

منیم۔ سیٹھ صاحب میں نے آپ کا ساٹھ سال نمک کھایا ہے۔ پرماتما جانتا ہے۔ جو کبھی ایک پیسہ کی بے ایمانی کی ہو۔

سیٹھ۔ (آہ و بکا کرتا ہے) ہائے میں لٹ گیا۔ کہیں کا نہ رہا۔ ہے پرماتما میں نے کونسا ایسا گناہ کیا تھا جو مجھے یہ سزا ملی۔

کرامت۔ سیٹھ صاحب یہ آہ وزاری بیکار ہے۔ آپ ذرا صبر سے کام لیں تو معلوم ہو کیا ماجرا ہے۔

سیٹھ۔ صبر۔ صبر۔ آپ کی فیس میں سے دس روپیہ کسی موکل کی طرف نکلتے ہوں تو آپ صبر نہیں کرتے۔ میں لکھپتی سے کنگال ہو گیا۔ میں کیسے صبر کر سکتا ہوں۔ ہے پرماتما مدد کر۔ مجھے تباہی سے بچا۔

منیم۔ اور بابو جی۔ آپ سے تو وہ بیٹی کوئی نہیں لے گیا؟

پشپا۔ کون سی بیٹی؟

منیم۔ وہی بیٹی جو سیٹھ جی اور میں یہاں چھوڑ گئے تھے۔

سیٹھ۔ بابو جی اب صرف آپ ہی میرے مردہ جسم میں جان ڈال سکتی ہیں

وہ پٹی تو آپ کے پاس موجود ہے۔

پشپا۔ وہ پٹی آپ کی اسی طرح موجود ہے۔ آپ جب چاہیں لے لیں۔ منیم جی ایک دن لینے آئے تھے۔ میں دے دینے کو تھی۔ پھر خیال آیا کہ لیتے وقت سیٹھ صاحب ساتھ تھے۔ واپسی کے وقت دونوں موجود ہوں تو بہتر۔

سیٹھ۔ پرمیشر آپ کو سُکھی رکھے۔ آپ نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا۔ ورنہ اس منیم نے تو مجھے مار دیا تھا۔ بیرسٹر صاحب اور پروفیسر صاحب آپ معاف فرمائیں یہ خیانت اس منیم کی ہے۔

منیم۔ مہاراج میں آپ سے پھر کہتا ہوں۔ کہ میں نے کسی سے کچھ نہیں لیا۔ آپ مجھے اس بڑھاپے میں کلنک نہ لگائیں۔

سیٹھ۔ لا میرا مال۔ ورنہ ابھی تجھے اس چرب زبانی کا مزہ چکھاتا ہوں۔

منیم۔ مال کیسا۔ مال اُن سے مانگئے جن کے پاس مال رکھوایا تھا۔

سیٹھ۔ زبان سنبھال کے بول۔ دو کوڑی کا نوکر۔ مالک کو دھوکا دے کر اکڑتا ہے۔

منیم۔ بڑا آیا ہے اپنے کو شاہ سمجھنے والا۔ دیوالیہ ہو کر بھلے مانسوں کو چور بتاتا ہے۔

سیٹھ۔ دیکھ ابھی تجھے بتاتا ہوں۔ کون شاہ ہے۔ کون چور۔

[سیٹھ منیم کو گردن سے پکڑ کر زمین پر گرا لیتا ہے]

منیم۔ ہائے۔ مرا۔ مرا۔ دہائی۔ دہائی۔

[پشپا چلی جاتی ہے۔ سیٹھ منیم کی چھاتی پر چڑھ بیٹھتا ہے]

سیٹھ - بول - مال کہاں ہے - بول ورنہ جان نکال دوں گا -
منیم - خون - خون - قتل - بیرسٹر صاحب بچائیے - ہائے میں مرا -
[ کرامت اور مکند سیٹھ کو پکڑ کر منیم سے الگ کرتے ہیں منیم زمین پہ
بیہوشی کی حالت میں پڑا رہتا ہے ]
کرامت - (منیم کی نبض پہ ہاتھ رکھ کر) یہ بڈھا تو معلوم ہوتا ہے جان بحق ہُوا -
مکند - تو پھر کیا دیکھتے ہو - یہاں سے چلنا چاہیئے - ورنہ ناحق قتل کے الزام
میں دھر لئے جائینگے -
[ سیٹھ بھاگ جاتا ہے ]
کرامت - یہاں سے اِس وقت بھاگنا مناسب نہیں - بہتر ہے کہ ڈاکٹر
اور پولیس کو ٹیلیفون کر کے اس واردات کی اطلاع دیں -
مکند - ٹیلیفون تو بائی جی نے کر دیا ہوگا - مگر بھائی صاحب یہ مرا نہیں وہ
دیکھو سانس لے رہا ہے -
[ زورآور سنگھ مع ایک سب انسپکٹر اور چند کانسٹیبلوں کے داخل ]
زورآور - سیٹھ کروڑی مل کہاں ہیں - یہ کون پڑا ہے ؟
کرامت - کروڑی مل یہاں سے ابھی چلے گئے - یہ اُن کا منیم ہے - ایک معاملہ
میں تکرار ہو کر ان دونوں کی ہاتھا پائی ہو گئی -
زورآور - (منیم کا معاینہ کر کے) یہ تو شاید ختم ہو چکا - میں جھگڑے کی اطلاع
پاتے ہی فوراً موٹر میں یہاں پہنچ گیا -
مکند - سردار صاحب موت پولیس کا بھی انتظار نہیں کرتی - مگر اِس میں

ابھی جان ہے۔

زور آور۔ سب انسپکٹر تم یہیں رہو۔ ہم سیٹھ کی تلاش میں جاتے ہیں ہماری واپسی تک کوئی یہاں سے نہ جانے پائے۔ اور نہ کوئی چیز اپنی جگہ سے ہلائی جائے۔

سب انسپکٹر۔ جو حکم۔

[زور آور سنگھ چلا جاتا ہے]

مکند۔ کیا میں تھوڑی دیر کے لئے جا سکتا ہوں۔ آدھ گھنٹہ میں واپس آجاؤں گا۔

سب انسپکٹر۔ ڈپٹی صاحب ابھی حکم دے کر گئے ہیں۔ کہ آپ انکی واپسی کا انتظار کریں۔

کرامت۔ ورنہ؟

سب انسپکٹر۔ ورنہ میں آپ کو جانے سے روکونگا۔

کرامت۔ تو کیا ہم حراست میں ہیں؟

سب انسپکٹر۔ یہ آپ ڈپٹی صاحب سے پوچھیں۔

مکند۔ مگر تھانیدار صاحب۔ آپ کسی ڈاکٹر کو تو جلدی بلائیں۔

سب انسپکٹر۔ مجھے تو ڈاکٹر کے متعلق ڈپٹی صاحب نے کوئی ہدایت نہیں دی۔ آپ جس ڈاکٹر کو چاہیں اپنی ذمہ داری پر بلالیں۔ یہاں ٹیلیفون ہے ٹیلیفون کردیں۔

مکند۔ آپ کی مہربانی۔

سب انسپکٹر- آخر یہ واردات ہوئی کیسے؟
کرامت- سیٹھ کا اس سے کچھ جھگڑا ہو گیا- ہاتھا پائی پر نوبت پہنچ گئی- بڈھا تھا تو ما نٹا- تعجب ہے ذرا سے دھکے سے گر پڑا-

# سین -۴-

## سوامی پریت ناتھ کی کٹیا

[سوامی بیٹھا گا رہا ہے]

سوامی- ......

جگ میں دیکھت ہوں سب چور
پر تھمے چور جو اندرن وش مہا لوٹ ہ من مور
پانچ چور سب کے بھیتر چوری کرے کراوے
چور چور سب گھر کو کھاوے کوؤ پار نہ پاوے
حاکم چور چور متصدی چور شاہ بیوپاری
تیسے ہی چور جانئے سب کو کہا پرش کہا ناری
برھما چور رودت برندا بن بالک وست چرایک
سادھو چور ہری ہردیہ چرایو جو تربھون کے نایک
کوئی گیت چور کوئی پرگھٹ چور- جو جل سے بن آئی
سورداس گن کہاں لگ برنوں ماکھن چور کنھائی

[ سیٹھ کروڑی مل سادھو کے لباس داخل ہوتا ہے ]

سیٹھ۔ مہاراج بھوجن تیار ہے۔
سوامی۔ بچہ، آج کوئی اتتھی اِس طرف نہیں آیا۔ کچھ دیر اَور ٹھہر جا۔ کوئی مسافر آجائے تو اس کو بھوجن کرا کر آپ بھوجن پا لیں۔
سیٹھ۔ جو آگیا مہاراج۔
سوامی۔ وہ دیکھ سامنے سے کون آرہا ہے۔ کوئی استری دکھائی پڑتی ہے اسی طرف آرہی ہے۔
سیٹھ۔ (غور سے دیکھ کر) یہ تو پشپا بائی کی سی شکل معلوم ہوتی ہے۔ یہ داس مہاراج کو اپنی ساری بتھا سُنا چکا ہے۔ مہاراج کی آگیا انوسار میں نے بائی جی کو یہاں آنے کے لئے پتر بھیج دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے پتر کو دیکھتے ہی وہ اس طرف روانہ ہوگئیں۔
سوامی۔ جا اسے آدر سے لے آ۔

[ سیٹھ جاتا ہے ]

سوامی۔ (اپنے آپ) پرماتما تیری مایا اپار ہے مُنش ایک تنکے سے زیادہ شکتی نہیں رکھتا۔ جیسے والو جس اور چاہے اُڑائے پھرے۔ پرنتو مورکھ لوگ ایسے ابھیمانی ہوتے ہیں کہ اپنے کو اس سنسار کے سب پدارتھوں کا مالک سمجھتے ہیں۔ اگیانی ابھیمانی ہوتا ہے۔ ابھیمانی اگیانی ہوتا ہے۔

[ سیٹھ اور پشپا داخل ]

پشپا۔ سوامی جی پرنام۔
سوامی۔ جے ہو۔ پدھاریئے۔

پشپا۔ سیٹھ جی خوب بانا بدلا ہے۔ میں نے آپ کو مشکل سے پہچانا۔
سوامی۔ پتری۔ سادھوؤں کے بانے کو لوگوں نے بہت بدنام کر دیا ہے چور۔ ڈاکو۔ بوہچاری۔ بھاگے ہوئے قیدی۔ خفیہ پولیس کے سپاہی۔ سب ہی لوگ سادھو کے بھیس میں نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ سیٹھ سچا سادھو ہے۔
سیٹھ۔ یہ سب مہاراج کی دیا ہے۔
سوامی۔ جو کچھ ہوتا ہے سب پرماتما کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب ہم ذرا بوٹوں کو دیکھنے جاتے ہیں تھوڑی دیر میں واپس آجائینگے۔

[سوامی چلا جاتا ہے]

پشپا۔ کہئے آپ نے مجھے کس لئے بلایا ہے۔
سیٹھ۔ دو چار معاملوں پر آپ سے ضروری باتیں کرنی تھیں۔ اور میرا آپ کے شہر میں جانا مناسب نہ تھا۔
پشپا۔ آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ آپ بلا کسی خوف کے اپنے شہر میں واپس جا سکتے ہیں۔ آپ کا خیال غلط تھا کہ منیم مر گیا۔ وہ تو صرف بیہوش ہوا تھا۔ اور آپ کے جانے کے چند ہی منٹ بعد اُس کی حالت درست ہو گئی۔ وہ اب تک بھلا چنگا ہے آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔
سیٹھ۔ تو گویا وہ تمام مال ہضم کر گیا؟
پشپا۔ بالکل نہیں۔ موت کے پنجہ سے بچکر نکل آنے کے بعد اس کے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ اس نے آپ کا تمام روپیہ ان غریب لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ جن کو آپ کے دیوالہ سے نقصان پہنچا تھا۔
سیٹھ۔ شکر ہے پرماتما کا۔ میری طرف سے منیم جی کا دھنباد کر دینا۔

پشپا۔ تو کیا اب آپ واپس نہ آئیں گے؟
سیٹھ۔ بائی جی۔ میں اَب دوبارہ کیچڑ میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ جو شانتی من کو یہاں ملی ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی میسّر نہیں آسکتی۔
پشپا۔ میں آپ کا دل ڈانوا ڈول کرنا نہیں چاہتی۔ کیونکہ مجھے خود اس امر کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ دولت انسان کو حیوان بنا دیتی ہے۔ اَور دنیاوی عیش اس کی رُوح کو مردہ کر دیتے ہیں۔
سیٹھ۔ میں بھی کئی سال کے تجربہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔
پشپا۔ آپ کا روپیہ میرے پاس امانت ہے۔ دو لاکھ روپیہ۔ وہ میں نے امپیریل بنک میں رکھوا چھوڑا ہے۔ کہیئے اس کے متعلق آپ کیا چاہتے ہیں۔
سیٹھ۔ وہ روپیہ آپ کا ہے جو چاہیں کریں۔
پشپا۔ سیٹھ جی جو چیز آپ نے خود پھینک دی وہ آپ مجھے کیوں سونپتے ہیں۔ وہ آپ کا روپیہ ہے۔ جس طرح آپ چاہیں کریں۔
سیٹھ۔ وہ تمام روپیہ آپ خیرات میں دے دیں۔
پشپا۔ بہت خوب ایسا ہی ہوگا۔ اگر آپ یہ فیصلہ اب سے چھ ماہ پہلے کرتے تو شاید یہ مصیبت آپ کو نہ اٹھانی پڑتی۔
سیٹھ۔ مَیں اسے مصیبت نہیں سمجھتا۔ یہ تو میری آنکھوں کے سامنے ایک پردہ تھا جو اُٹھ گیا۔ ایک طلسم تھا جو ٹوٹ گیا۔

[سوامی داخل۔]

سوامی۔ کونسا طلسم تھا جو ٹوٹ گیا۔ کون سا پردہ تھا جو اُٹھ گیا؟

سیٹھ۔ مہاراج۔ بائی جی مجھے پھر اس جال میں پھنسانا چاہتی ہیں۔ جس سے میں بھاگ چکا ہوں۔
سوامی۔ بچہ۔ سنسار کو جنجال سمجھنا مورکھتا ہے۔ گیانی وہ پورش ہے جو سنسار میں رہتا ہوا اُس کے بندھنوں میں نہیں پھنستا۔
پشپا۔ مہاراج یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص پانی میں جائے۔ اور اس کے کپڑے سوکھے رہیں؟
سوامی۔ پتری دیکھ وہ سامنے ندی بہہ رہی ہے۔ اُس میں ہزاروں بڑے بڑے ہیں۔ کوئی بٹّا نکال کر دیکھ لے سوکھا نکلے گا۔ انسان کو اس سنسار میں رہتے ہوئے بٹّے کی طرح مضبوط رہنا چاہئے۔ نہ کہ مٹی کی طرح نرم جو پانی کے ساتھ ہل کر بہہ جاتی ہے۔
پشپا۔ مہاراج بالکل درست فرماتے ہیں۔ لیکن مٹی اور پتھر میں بہت فرق ہے۔ مٹی اگر پانی سے الگ رہے تب ہی اس کے لئے اچھا ہے۔
سوامی۔ مٹی سے ہی اینٹ اور پتھر بنتا ہے مٹی اور اینٹ اور پتھر میں کوئی بھید نہیں ہر منش سنسار میں رہتے ہوئے اپنے دل کو چٹان کی طرح مضبوط بنا سکتا ہے۔
پشپا۔ مہاراج۔ آپ کا دھن دولت کے متعلق کیا خیال ہے۔
سوامی۔ دھن کے بغیر سنسار کا کوئی کام نہیں چل سکتا۔ کسی نہ کسی پرکار سے دھن کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن دھن کا جمع کرنا جب کہ لاکھوں انسان بھوکے اور ننگے ہوں مہاں پاپ ہے! اور دھنی لوگ اکثر کپٹی۔ کامی۔ دُراچاری ہوتے ہیں۔
پشپا۔ تو گویا دولت انسان کو بدی کی طرف لیجاتی ہے؟

سوامی۔ بالکل نہیں۔ دھن منش کو نہ پاپ کی طرف لیجاتا ہے نہ نیکی کی طرف دھن کے مِل جانے سے بُرا آدمی زیادہ بُرا ہو جاتا ہے۔ اور نیک آدمی زیادہ پر اُپکار کر سکتا ہے۔

پُشپا۔ بُرے لوگوں سے دھن چھین لینے میں کیا برائی ہے؟

سوامی۔ اس کا جواب تو سرکاری ڈنڈ ودھی میں ملے گا۔

پُشپا۔ آپ کا کیا وچار ہے؟

سوامی۔ کسی کو یہ ادھیکار نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ کسی سے کوئی وستو چھین لے۔ اگر ہر آدمی پر یہ فیصلہ چھوڑ دیا جائے کہ کس کے پاس دھن رہے اور کس کے پاس نہ رہے تو کل سنسار میں گڑبڑی پڑ جائے۔ لوٹ مار کا بازار گرم ہو جائے کوئی شخص پل بھر بھی چَین سے نہ رہ سکے۔

پُشپا۔ تو گویا مہاراج یہ ٹھیک ہے کہ چند لوگوں کے پاس کروڑوں روپیہ ہو۔ اور غریب بیچارے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں فاقہ سے مریں؟

سوامی۔ پرماتما نے اس سنسار کے پدارتھ سب جیووں کے لئے برابر بنائے ہیں۔ کسی منش کے لئے یہ اُچت نہیں کہ وہ کسی اور منش یا جیو کا حصہ اپنے قبضہ میں کر لے۔

پُشپا۔ مگر مہاراج دھرم تو یہ بھی کہتا ہے۔ کہ جو لوگ اس دُنیا میں غریب اور دُکھی ہیں انہیں اگلی دُنیا میں سُکھ ملے گا۔

سوامی۔ یہ دھرم سکشا امیر لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔ جو دوسروں کا حصہ ہضم کر بیٹھے ہیں۔ اور جو یہ چاہتے ہیں کہ غریب لوگ اپنی غریبی پر خوش رہیں۔

جس پرماتما نے یہ شریر دیا ہے وہ کب چاہتا ہے کہ منش کو پیٹ بھر ان نہ نہ ملے۔

پشپا۔ مہاراج آگیا دیجیئے۔ آپ کے درشن سے بہت لابھ ہوا۔ پھر بھی کبھی کبھی حاضر ہوا کرونگی۔

سیٹھ۔ بائی جی۔ بھوجن تو کرتی جایئے۔ دیکھئے سادھو کی کٹیا کے بھوجن میں کیا آنند ہے۔

پشپا۔ بہت اچھا آپ کی مہربانی۔ ابھی گاڑی کے جانے میں دیر ہے سوامی جی سے کچھ اور دھرم سکشا لے سکوں گی۔

سیٹھ۔ مگر سوامی جی کو کچھ بھینٹ بھی دینی چاہیے۔

پشپا۔ وہ کیا۔

سیٹھ۔ مہاراج کو گائن کا بڑا شوق ہے۔ اگر اجازت دیں تو انہیں کچھ سنایئے۔

سوامی۔ پُتری۔ جیسی تیری اِچھّا ہو۔ ہم تیرے گائن کی بڑی تعریف سُن چکے ہیں۔

پشپا۔ مہاراج میں کس لائق ہوں۔ مگر آپ کا حکم نہیں ٹال سکتی۔ سنئے۔
(گاتی ہے)

یہ سنسار اک رُوکھ کی نیا ہئیں

(۱) روکھ لدا ہے پھلوں سے سارا ۔ کوئی کھٹّا کوئی میٹھا ہے

کڑوا اور کسیلا کوئی ۔ کوئی پھیکا کوئی سیٹھا ہے

کوئی مدھم ہے کوئی اُتم ۔ کوئی کچّا کوئی پکّا ہے۔
رنگ بھی انکے کچھ ہیں نرالے ۔ کوئی دھولا کوئی پیلا ہے
سواد سبھی ہیں اس کے ماہیں۔ یہ سنسار......

---

(۲) پکشی پکھیرو بھاگ کے اڑ کر روکھ کے نیڑے آتے ہیں۔
اپنی سمجھ اور رُوچ ہے جیسی۔ ویسے پھلوں کو کھاتے ہیں۔
کچھ ایسے ہیں کہ توڑ پھلوں کو کٹھّا کرتے جاتے ہیں۔
کھانے نہیں دیتے ہیں کسی کو اور نہ آپی کھاتے ہیں۔
چھونے نہ دیں ان کی پرچھائیں۔ یہ سنسار......

---

(۳) کچھ دن تک یہ دھندا یونہی روکھ تلے ہوئے جاتا ہے
آخر اک دن روکھ کا راکھا اُن کے سر پہ آتا ہے۔
دیکھ کے اس کو جو جو وہاں ہے سہما سارہ جاتا ہے۔
سب کو ہٹا دیتا ہے وہاں سے جس جس کو وہ پاتا ہے۔
پھل رہ جاتے ہیں اسی تھائیں۔ یہ سنسار....

ڈراپ